سیرۃ المحمود

یعنے

سوانح عمری خواجہ جہان عماد الدین محمود گاوان

وزیر سلاطین بہمنیہ

مؤلفہ

محمد عزیز میرزا۔ بی۔ اے (آنرز) ان انگلش لٹریچر اینڈ ہسٹری

اول مددگار معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی

نظام الملک آصف جاہ بہادر خلد اللہ ملکہ

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

در مطبع مفید دکن حیدرآباد طبع شد

طبع اول ۵۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس زمانہ میں یہ خیال تو عام طور پر پیدا ہو گیا ہے۔ کہ قومی عظمت کے لئے شخصی ترقی کی ضرورت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کے سامنے اپنے اسلاف کے ایسے نمونے بہت کم موجود ہیں جو انکو راہ سے بے راہ ہونے دیں اور اپنی پیروی کی ترغیب دیکر حقیقت میں انکو قومی ترقی کا باعث بنائیں اگرچہ یہ صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے نمونے جیسے تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ انکی نظیر بہت ہی کم کسی دوسری قوم کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس بیش بہا میراث تک پہونچنے میں ایسی دشوار گزار گھاٹیاں طے کرنی پڑتی ہیں۔ کہ ہر شخص کو رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور اسلئے اس زمانہ میں یہ بہت بڑا قومی فرض ہے۔ کہ مشاہیر اسلام کے واقعات زندگی کو ایسے پیرایہ میں لکھا جائے جو عام دلچسپی کا باعث ہو۔ اس مختصر رسالہ میں اسکی کوشش کیگئی ہے کہ عماد الدین محمود گاوان وزیر سلاطین بہمنیہ اور اوسکے زمانہ کی سچی تصویر دکھا کر مسلمان نوجوانوں کے لئے عموماً اور اہل دکن کیلیے خصوصاً ایک نمونہ پیش کیا جائے کرنل میڈوز ٹیلر نے اپنی تاریخ ہند میں اعتراف کیا ہے کہ محمود گاوان جیسے اشخاص دنیا میں بہت ہی کم گذرے ہیں۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ سے کسی ایک شخص کو بھی اسبات کی ترغیب ہوئی کہ محمود گاوان کی اخلاقی برتری کو اپنی زندگی کا معیار بنائے تو مؤلف کی تمام محنت وصول ہو جائیگی۔

مجھکو آخر میں اعتراف کرنا چاہیے کہ مولوی عبد الجبار خانصاحب صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم کی تاریخی ذخیرہ سے بہت مدد ملی ہے فقط حیدر آباد دکن۔ غرہ محرم ۱۳۱۴ھ

خاکسار
محمد عزیز میرزا

جز نام نیک چون یہان یادگار نیست
حیف ست بر کسی کہ نہ اونکا نام زیست

علاؤالدین خلجی کے فاتح قدم نہین معلوم کس مبارک گھڑی مین دکن کی
طرف اوٹھے تھے کہ گو اسلامی حکومت کے آثار ہندوستان کے بڑے حصے سے معدوم
ہوتے جاتے ہین لیکن ابھی تک یہان ایک کروڑ سے زیادہ مخلوق بادشاہ اسلام
کے حفظ و حمایت اور اسلامی جھنڈے کے سایہ مین عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہی ہے
اِس چھوٹے سے خطے کی تاریخ بہت دلچسپ ہے اور اگر اوس پر سرسری نظر بھی ڈالی جاے
تو عجیب سمان نظر آتا ہے۔ ابتدا سے وسط ہند کے دشوار گذار پہاڑون اور پُر امواج دریاؤن
نے اِس ملک مین خود مختار حکومتون کے قایم ہونے کی صلاحیت پیدا کر دی تھی جب
شمالی ہندوستان پر سرداران آریہ کی چڑھائی اور تصرّف ہوا تو ایک عرصہ دراز تک
دکن اونکی دستبرد سے محفوظ رہا۔ مگر جب اونکی حکومت وہان خوب جمگئی تو اسطرف توجہ کی گئی
لیکن اوس توجہ کا بھی صرف یہہ نتیجہ ہوا کہ راجپوت راجاؤنکی چند خود مختار حکومتین جو شمالی ہندوستان
کے کسی راجہ کی دست نگر نہ تھین قایم ہو گئین(۱)۔ اسی طرح مسلمانون نے اپنی مستقل حکومت شمالی

(۱) فلبٹ راجایان کہتری۔

ہندوستان مین قایم کرنے کے ایک صدی بعد تک دکن کا رُخ نہین کیا لیکن جب علاؤالدین
خلجی کی بیقرار پُرحوصلگی نے شمالی و شرقی و غربی ہندوستان کی حکومت کو تنگ سمجھکر
اُس ملک پر زبردست حملے کئے تو دکن سلطنتِ دہلی کا ایک صوبہ ہوگیا - مگر بعد مسافت
اور رستے کی دشوارگذاریون نے پچاس ساٹھ برس ہی مین اُس شہنشاہی تعلّق کا خاتمہ کردیا
اور سلطان علاؤالدین حسن گنگو بہمنی[1] نے ایک زبردست خودمختار سلطنت قایم کی جو ایک سو پچاس
برس تک قایم رہنے کے بعد پانچ آزاد حکومتون[2] مین تقسیم ہوئی اور جب پھر سلاطین مغلیہ کی

(۱) علاؤالدین حسن گنگو بہمنی کا اصلی نام حسن اور قوم کا افغان تھا - ابتدا مین وہ ایک برہمن گنگو نامی کا ملازم یا غلام تھا جو اوسکی بہت قدر کرتا تھا اور جسنے اوسکی آیندہ عظمت کی نسبت پیشین گوئی کی تھی - سلطان محمد تغلق کے زمانے مین وہ سپاہی کے درجے سے سرلشکری کے مرتبہ پر پہونچا اور آخرکار محمد تغلق کے مجنونانہ ظلم وستم کی وجہ سے اوس نے ۱۳۴۷ء مین بغاوت کرکے ایک جدید خودمختار سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اپنے قدیم سرپرست برہمن کی شکرگذاری کے خیال سے الفاظ "گنگو بہمنی" کو اپنے نام کا جزو بنایا - مناسب ہوگا کہ اس مقام پر بغرض آسانی خاندان بہمنیہ کے کل بادشاہون کے نام معہ سنہ جلوس و وفات لکھہ دیئے جائین -

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات
علاؤالدین حسن گنگو بہمنی -	۱۳۴۷ء	۱۳۵۸ء
محمد شاہ اول	۱۳۵۸ء	۱۳۷۵ء
مجاہد شاہ	۱۳۷۵ء	۱۳۷۸ء
داؤد شاہ	۱۳۷۸ء	۱۳۷۸ء

(۲) پانچ سلطنتین جن مین سلطنت بہمنیہ تقسیم ہوئی حسب ذیل تھین -
(۱) عادل شاہیہ بیجاپور (۲) نظام شاہیہ احمدنگر (۳) قطب شاہیہ گولکنڈہ (۴) عماد شاہیہ برار
(۵) بریدشاہیہ بیدر -

حوصلہ مندی نے پیہم حملون کے بعد ان خود مختار سلطنتون کو خاک مین ملا یا تو اوس کا صرف یہہ نتیجہ ہوا کہ پچاس ساٹھ برس تک شاہان دہلی سے ایک ضعیف تعلق باقی رہا اور اوسکے بعد پھر وہی قدیمی حالت قایم ہوگئی۔

دکن کی خود مختار سلطنتونکی تاریخ

دکن کی ان خود مختار حکومتون کی تاریخ غور سے دیکھی جاے تو بادشاہان الوالعزم کو چھوڑ کر صرف ایک ایسا شخص(۱) نظر آتا ہے کہ گو وہ سلطان وقت

بقیہ حاشیہ ص (۲)

نام بادشاہ	سنہ جلوس	سنہ وفات
محمود شاہ اول	سنہ ۱۳۷۸ء	سنہ ۱۳۹۷ء
غیاث الدین	سنہ ۱۳۹۷ء	سنہ ۱۳۹۷ء
شمس الدین	سنہ ۱۳۹۷ء	سنہ ۱۳۹۷ء
فیروز شاہ	سنہ ۱۳۹۷ء	سنہ ۱۴۲۲ء
احمد شاہ اول	سنہ ۱۴۲۲ء	سنہ ۱۴۳۵ء
علاؤ الدین ثانی	سنہ ۱۴۳۵ء	سنہ ۱۴۵۷ء
ہمایون شاہ ظالم	سنہ ۱۴۵۷ء	سنہ ۱۴۶۱ء
نظام شاہ	سنہ ۱۴۶۱ء	سنہ ۱۴۶۳ء
محمد شاہ ثانی	سنہ ۱۴۶۳ء	سنہ ۱۴۸۲ء
محمود شاہ ثانی	برائے نام سنہ ۱۴۸۲ء	سنہ ۱۵۱۸ء
احمد شاہ ثانی	سنہ ۱۵۱۸ء	سنہ ۱۵۲۰ء
علاؤ الدین ثالث	سنہ ۱۵۲۰ء	سنہ ۱۵۲۲ء
ولی اللہ	سنہ ۱۵۲۲ء	سنہ ۱۵۲۶ء
کلیم اللہ	سنہ ۱۵۲۶ء	x

(۱) چونکہ یہ مضمون مختصر ہے اس لئے جابجا اسناد کے حوالہ کی ضرورت نہین معلوم ہوتی صرف

نہ تھا لیکن ریگ زمانہ پر اوسنے ایسے پایدار نقش پا چھوڑے ہین کہ آجتک منو دار اور بھولے بھٹکون کو راہ بتا رہے ہین - اس شخص کی ذات بہت سی عمدہ صفات سے متصف تھی مجلس شوریٰ مین بیدار مغز مشیر - میدان جنگ مین خوش تدبیر جنرل - علما مین عالم باعمل - فقرا مین صوفی صافی نہاد - اور دنیا دارون مین ایک کامیاب دنیادار تھا - یہہ شخص صرف دکن کی تاریخ مین فرد ہے بلکہ تاریخ اسلام مین بھی بہت کم ایسے اشخاص ملتے ہین جن کی ذات اتنی اعلیٰ صفات کا مجموعہ ہو - ایسے شخصون کے کارنامے اور حالات زندگی آیندہ نسلون کے لئے ایک بیش بہا میراث ہوتے اور پرجوش نوجوانون کی رگون مین تازہ خون دوڑانے کے لئے تازیانہ ہدایت کا کام کرتے ہین - گو اوس کے ہمعصرون نے اوسکا نام اور اوسکی خوبیونکی یاد قایم رکھنے کی کوشش سے غفلت نہین کی اور اوسکی زندہ مگر خاموش یادگارین ابھی تک صفحہ ہستی پر موجود ہین لیکن اس زمانے مین جبکہ مسلمانونکو اپنے اسلاف کی خوشگوار داستانون مین لطف آنے لگا ہے افسوس ہی کہ کسی شخص نے خواجہ عماد الدین محمود گاوان کی سوانح عمری کیطرف توجہ نہین کی -

عماد الدین محمود گاوان کا وزراء دکن بلکہ ہند مین وہی مرتبہ ہی جو وسط ایشیا کے وزیرون مین خواجہ نظام الملک کا ہے -

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳) اس مقام پر لکھہ دیا جاتا ہے کہ یہ مضمون تاریخ فرشتہ اور مآثر برہانی - اور کرنل میڈ ذ ٹیلر کی کتاب آرکیٹیکچر آف بیجاپور اور گرانٹ ڈف کی تاریخ مرہٹہ پر زیادہ تر مبنی ہے اور جہان کہین اور کسی کتاب سے مدد لی گئی ہے اوسکا نام لکھدیا گیا ہے -

محمود گاوان کا خاندان اور ابتدائی حالات

خواجہ عماد الدین محمود گاوان کے اجداد شاہان گیلان کے وزراء مین داخل تھے اور اون مین سے ایک شخص نے اپنی ذاتی کوششون اور قابلیت کی بدولت رشت کی بادشاہی حاصل کی تھی اور یہہ خود مختار حکومت اوسکے خاندان مین شاہ طہماسپ صفوی والی ایران کے زمانہ تک جس نے اوسکا خاتمہ کیا قایم رہی۔ محمود گاوان قریہ قاوان مین جو علاقہ گیلان مین ہے ۸۱۳ھ مطابق ۱۴۱۱ء مین پیدا ہوا اور اسی وجہہ سے عرف عام مین گاوان کے لقب سے مشہور ہوا۔ اوس کے باپ کا نام خواجہ محمد[1] تھا اور اوس کا چچا خواجہ شمس الدین امیر محمد والی گیلان کا وزیر تھا۔ ابتدائی عمر مین محمود گاوان نے اپنے رشتہ دارون کی شفقت آمیز نگرانی مین وطن ہی مین تعلیم پائی اور اسمین شک نہین کہ اوس زمانے کے لحاظ سے اوسکی تعلیم اعلی درجہ کی ہوئی تھی۔ جب سن شعور کو پہونچا تو کاروبار ریاست مین اپنے چچا کو مدد دینے لگا اور رفتہ رفتہ امور سلطنت مین بہت دخیل ہو گیا۔ چند سال کے بعد محمود گاوان مکہ معظمہ چلا گیا اور اوسکے دو برس بعد اوسکا چچا خواجہ شمس الدین بھی ہجرت کر کے حجاز کو روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے خواجہ محمد کو اپنا جانشین کر گیا مگر خواجہ محمد کی ناتجربہ کاری کی وجہہ سے وہی فتنے فساد کھڑے ہو گئے جو ایشیائی سلطنتون مین ہمیشہ حکومت کی کمزوری کی وجہہ سے کھڑے ہو جایا کرتے ہین۔ یعنی ایک شخص حاجی محمد قندہاری جو محمود گاوان کا دست گرفتہ تھا سپہ سالاری کے درجہ پر پہونچا اور ایک دوسرا شخص

---

(1) ریاض الانشاء

شیخ علی نامی جو اُس کے خاندان کا تربیت یافتہ تہا وزیر ہو گیا۔ اور دونون شخص میر محمد پر
اس قدر حاوی ہو گئے کہ اون کے مقابلے مین کسی کی نہ چلتی تھی۔ اونہون نے بادشاہ کے
مزاج مین دخیل ہو کر سب سے پہلے اپنے محسنون کے خاندان کی تباہی کو اپنے استقلال کا ذریعہ سمجھا
یہہ حالت دیکھکر خواجہ محمد بہاگ کر اپنے باپ کے پاس مکہ معظمہ چلا گیا اور خواجہ محمود گاوان بھی
وطن مین جا امن نہ پا کر ترک وطن پر مجبور ہوا۔ اور گو بادشاہان عراق وخراسان نے وزارت
کی ترغیب دی لیکن اوسکی عالی ہمتی نے قبول نہ کرکے تجارت کو کسب معاش اور ربع مسکون کی سیر کا
ذریعہ بنایا۔ میلان طبعی کی وجہہ سے جسکو شوق جستجوی کمال نے اور بھی پختہ کر دیا تھا دوران
سفر مین جہان کہین اوسکا گذر ہوتا تھا علماء ومشائخین کی صحبت سے فائدہ اور اونکی ہمکلامی سے لطف
اوٹھاتا اور کاروبار تجارت کی ترقی دینے مین کوشش کرتا تھا اسیطرح اوس نے بہت سے ملکون کی سیر
اور وہان کے مختلف رسوم رواج سے واقفیت حاصل کی اور چونکہ بچپن ہی سے ہند کے اموال نفیسہ صنایع
غریبہ۔ امراء دولتمند مشایخ کبار اور سلاطین اولوالعزم کی تعریف سنتا تھا اس لئے جب اوسکا سن
چالیس برس سے متجاوز ہوا تو خلیج فارس سے ہندوستان کا ارادہ کیا۔ اور ۸۵۷ھ؁ مین بندر دابہول[1] مین
داخل ہوا سب سے پہلے اوس کے قدم محمد آباد بیدر کی طرف بڑہے جو اوس زمانہ مین شاہان
بہمنیہ کا دار السلطنت اور شاہ محب اللہ کرمانی کا مسکن تہا۔ شاہ محب اللہ کرمانی کے مشہور

(۱) دابہول کوکن مین ایک بندر ہے جو اب ضلع رتناگری مین ہے۔

ولی شاہ نعمت اللہ کے پوتے تھے جو اپنے زمانہ مین وسط ایشیا سے لیکر ہندوستان تک
کی خوش اعتقادی کا مرکز تھے۔ احمد شاہ ولی بہمنی کو اون سے خاص اعتقاد تہا اور اس لئے گو
شاہ نعمت اللہ نے ترک وطن قبول نہ کیا مگر اونکی اولاد نے بادشاہ کی خوش اعتقادی کو اعلی
مراتب کا زینہ سمجھکر ہند کو اپنا وطن بنا لیا چنانچہ شاہ محب اللہ اور اونکے بہائی حبیب اللہ
کو بادشاہ کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی ۔

دکن کی بیرونی اور اندرونی حالت

جسوقت خواجہ عماد الدین محمود گاوان نے بندر دابہول مین قدم رکھا ہے اوسوقت ہندوستان کی ایک خاص حالت تھی۔ دہلی مین لودیون
کی حکومت قایم ہوچکی تھی اور گو کہ وہ کل ہندوستان کی سلطنت کے مدعی تھے لیکن اونکی اطاعت صرف
اضلاع شمال و مغرب و پنجاب پر محدود تھی۔ جونپور مین سلاطین شرقی آزادی کا ڈنکا بجا رہے تھے
مغرب مین اجہوتانہ کے راجہ خود مختاری مین مست تھے۔ گجرات مین آل مظفر کی حکمرانی تھی وسط ہند مین
خاندان فاروقیہ کا خاندیس مین اور خانوادہ خلجیہ کا مالوہ مین زور تھا اور دکن مین سلاطین بہمنیہ کا تسلط تھا
یہہ تو اسلامی سلطنتین تہین۔ اِنکے علاوہ ہندؤنکی ایک قوی سلطنت بیجانگر مین قایم تھی جسکی حکومت تمام
ساحل مالابار و کوکن پر دریاے کرشنا کے جنوبی کنارہ تک پھیلی ہوئی تھی اور ساحل کارومنڈل کیطرف
رایان اوڑیسہ حکمران اور اولوالعزمی سے حکومت دکن کے وعویدار تھے غرضکہ ہندوستان کے اوسوقت
متعدد ٹکڑے اور ہر ٹکڑے مین ایک خود مختار سلطنت تھی جو دوسری سلطنتون کو اپنا رقیب

اور ترقی کا مزاحم سمجھکر اون کے استیصال کی فکر مین رہتی تھی - سلاطین بہمنیہ کی حالت سب سے
خطرناک تھی - جنوب مین بیجانگر کے راجہ دم نہ لینے دیتے تھے مشرق مین ایان اوڈیسہ کی چھیڑ چالی
رہتی تھی شمال مین سلاطین مالوہ وخاندیس رقابت سے دیکھتے تھے اور مغرب مین سلاطین گجرات دھمکی
دے رہے تھے - ملک کی اندرونی حالت یہہ تھی کہ دو قوی گروہون کی رقابت نے حکومت کو کمزور
کر رکھا تھا - دکن مین ملکی وغیر ملکی کا جھگڑا کچھہ نیا نہین ہے - یہان کے اصلی باشندے قوم مین دراویدین
اور مذہب مین ہندو تھے لیکن جب مسلمانونکا تسلط ہوا تو اسلامی آبادیان قایم ہوئین اور چونکہ
ہندوون سے ہی مقابلہ رہتا تھا اس لئے عام اسلامی اصول اور تدبیر ملکی کے موجب اس بات کی ضرورت
ہوئی کہ فوج مسلمان ہو اس لئے ابتدائی قیام حکومت سے ایران وعرب وحبش وشمالی ہندوستان
سے سپاہی پیشہ لوگون کے گروہ کے گروہ تلاش معاش مین چلے آتے تھے - یہہ لوگ بعد مسافت اور دشواری
راہ کی وجہہ سے ترک وطن پر مجبور ہو کر دکن ہی مین سکونت اختیار کر لیتے تھے جسکا نتیجہ یہہ ہوا
کہ رفتہ رفتہ اونکی اولاد تمام ملک مین پھیل گئی - اس نئی آبادی کی تعداد مین نومسلمون کے
شمول سے اور بھی ترقی ہوئی مگر ممالک غیر سے جو سلسلہ آمد و رفت کہ قایم ہو گیا تھا وہ منقطع
نہ ہوا بلکہ خود سلاطین بہمنیہ اون ممالک کی جنگجو قومون کے لوگون کو اپنی فوجون کی درستی
کی خاطر جس پر نہ صرف اوس پر آشوب زمانہ مین بلکہ ہر زمانہ مین پوری طرحسے سلطنت
کی بنیاد ہوتی ہے اعلی مناصب دیکر اس سلسلہ کو ترقی دیتے تھے اس وجہہ سے رفتہ رفتہ

دو رقیب پارٹیاں قایم ہوگئیں - جن لوگوں کی دو چار پشتیں دکن میں گزر چکی تھیں وہ اپنے آپ کو
دکنی اور حال کے آئے ہوؤں کو آفاقی اور غریب الدیار کہنے لگے چونکہ یہہ دونون
فرقے ایک ہی پیشوا کے پیرو ایک ہی شریعت کے پابند اور ایک ہی بادشاہ کے
مطیع ہوتے تھے اس لئے ابتدا مین ایک عرصہ تک تو کسی قسم کی مخالفت ظاہر نہ ہوئی
بلکہ آپس مین شیر و شکر کی طرح رہے لیکن احمد شاہ ولی بہمنی کے زمانہ مین سب سے پہلے مخالفت
کے آثار ظاہر ہوئے - احمد شاہ بہمنی کو تخت سلطنت حاصل کرنے مین ایک سوداگر خلف
حسن بصری نامی نے اپنی خوش تدبیری و دلیری و مستعدی سے بہت مدد دی تھی
اس لئے جب احمد شاہ نے تخت فیروزہ پر جلوس کیا تو خلف حسن بصری کو ملک التجار
کا خطاب دیگر اعلیٰ مناصب عطا کئے اور متواتر فتحمندی نے اوسکی قدر بادشاہ
کی نگاہ مین اور بھی بڑھادی - سنہ ۱۴۳۰ء مین خلف حسن بصری کو گجراتیوں کے مقابلہ مین
بندر ماہیم مین شکست ہوئی اور اوس شکست کا باعث زیادہ تر یہہ بیان کیا گیا کہ امرا
حبشی و دکنی نے اوسکی مدد جیسی کہ چاہئے رشک و حسد کی وجہہ سے نہین کی -

سنہ ۱۴۳۰ء مین نصیر خان والی خاندیس نے دکن پر چڑھائی کی اور لشکر
برار اوس سے ملگیا - سلطان علاؤالدین نے اس مہم پر ملک التجار خلف حسن بصری کو
جو اب ایک تجربہ کار جنرل تھا بھیجنا چاہا لیکن اوس نے بہ ادب تمام عرض کیا کہ غلام کو تعمیل

حکم مین عذر نہین لیکن غلام کے ساتھ صرف امراے مغل معہ خاصہ خیل بھیجے جائین کسی
دکنی یا حبشی امیر کو تکلیف نہ دیجاے کیونکہ اونہین کے نفاق کی وجہہ سے آٹھ برس پہلے
مہائیم مین شکست ہوئی تھی - بادشاہ نے امراے دکن سے مشورہ کرنیکے بعد خلف حسن بصری
کو سات ہزار غریب الدیار سوار دیکر روانہ کیا ملک التجار بجلی کیطرح نصیر خان پر ٹوٹ پڑا
اور اوسکو کئی شکستین دیکر اوسکی دار السلطنت برہان پور کو آگ لگادی اور فتح و نصرت کے
ساتھ محمد آباد بیدر کو واپس آیا سلطان علاؤ الدین نے اوسکی اس قدر عزت افزائی کی کہ اوسکے
استقبال کے لئے خاص اپنے ولیعہد شاہزادہ ہمایون کو معہ کل امراء و ارکان دولت شہر کے
چار کوس باہر بھیجا او خلعت خاص معہ کمر و شمشیر مرصع وچند زنجیر فیل وغیرہ عطا کیا اور اوسکے
ایک رفیق شاہ قلی سلطان کو جس نے گذشتہ مہم مین داد شجاعت دی تھی اپنی دامادی کی
عزت بخشی اور حکم دیا کہ آیندہ سے غریب الدیار مجلس و سواری مین بادشاہ کے دست راست
اور دکنی و حبشی دست چپ رہا کرین - یہہ حکم ایسی منحوس گھڑی مین دیا گیا تہا کہ اوسی دن
سے دکنی و آفاقی مین کھلم کھلا مخالفت شروع ہوئی جسکا چندہی روز مین یہہ نتیجہ ہوا کہ ان
دونون گروہون کی آپس کی رقابت کیوجہہ سے حکومت کمزور اور ملک مین عجب طرح کی
بے امنی قایم ہوگئی - ہر فریق دوسرے فریق کی تباہی کی فکر مین رہنے لگا اور بادشاہ
کے تلون کی وجہہ سے کبھی کوئی فریق غالب آجاتا تھا اور کبھی کسیکا ستارہ اقبال بلندی پر پہنچا تھا

سلطان علاؤ الدین بہمنی[1] گو ایک نیک نفس بادشاہ تہا اور ابتداء عہد میں اوس نے والی بیجانگر پر یورش کر کے اپنی اولو العزمی کا ثبوت بھی دیا تھا لیکن جب اس مہم سے فارغ ہوا تو اپنے طبعی میلان کے موجب عیش و عشرت میں محو ہو گیا اور کاروبار سلطنت کو عہدہ داروں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ دکھنیوں اور آفاقیوں کی مخالفت کو بہت زور ہوا اور قسم قسم کی شرارتیں کھڑی ہو گئیں۔ آفاقیوں کا سر گروہ ملک التجار خلف حسن بصری طرفدار بیجاپور اور دکنیوں اور حبشیوں کے سر گروہ شیر الملک دکنی اور نظام الملک غوری تھے۔ جب تقدیر کی گردش سے ملک التجار خلف حسن بصری رائے سنگیر کے مقابلے میں قتل ہوا تو دکنیوں کو موقع ملا اونہوں نے بادشاہ کو بہکا کر آفاقیوں کے استیصال کی فکر کی اور پانچ چھ ہزار اشخاص کو جن میں کئی ہزار خورد سال بچے بھی تھے بغاوت کے الزام میں قتل اور اونکی عورتوں کی طرح طرح پر بے عزتی کی۔ اگرچہ دکنیوں نے ایسا بندوبست کیا تھا کہ آفاقیوں کی کوئی عرضداشت بادشاہ تک پہونچنے پائے لیکن چند امراء غریب الدیار جو باقی رہگئے تھے

---

(۱) سلطان علاؤ الدین بہمنی جس کے زمانہ میں محمود گاوان دکن میں آیا ۱۴۳۵ء میں تخت نشین اور ۱۴۵۷ء میں فوت ہوا۔ علاؤ الدین علم کا بڑا قدر شناس اور امور ریاست سے خوب واقف تہا اوس نے ہر شہر میں عدالتیں اور شہروں اور دیہات میں پولیس قایم کیا۔ قماربازی اور شراب خواری کی قطعاً ممانعت کر دی اور محتسب مقرر کئے۔ گداگری کا اس طرح سے استیصال کیا کہ تمام فقیروں کو پکڑ اکر شہر کی موریوں کے صاف کرنے اور سڑکوں پر جھاڑو دینے پر مقرر کیا جس کا یہہ نتیجہ ہوا کہ یا تو وہ شہر بدر ہو گئے یا راہ راست پر آگئے بادشاہ رحمدل اور پکا متعصب مسلمان تہا۔ یہان تک کہ کسی نصرانی یا ہندو سے بات نہ کرتا اور ان دونوں فرقوں کو قابل ملازمت خیال نہ کرتا تہا۔ (تاریخ فرشتہ و ماثر برہانی)

تین سو ہمراہیون کے ساتھ ہزار خرابی و مصیبت کسی طرح بادشاہ تک پہنچنے مین کامیاب ہوئے پھر تو بادشاہ کی آنکھین کھلین اور جو غضب کہ اسوقت تک آفاقیون پر نازل تھا وہ دکنیون کے سر پر منتقل ہوا اور دکنی سردارونکو قتل اور عام طور پر اس گروہ کے لوگون کو اعلی خدمتون سے معزول کیا گیا اور آفاقیون کی قدردانی و عزت افزائی ہوئی جس کی وجہ سے ان دونون گروہون کی آپس کی مخالفت مین اور بھی ترقی ہوئی مختصر یہ ہے کہ خواجہ عماد الدین محمود گاوان ایک نہایت پر آشوب زمانہ مین دکن مین داخل ہوا - سلطان علاؤ الدین علم دوست اور علما و فضلا و شعرا کا قدردان تھا اسلیئے اوسکو محمود گاوان جیسے جہاندیدہ عالم و فاضل و تجربہ کار شخص کی صحبت مین بہت لطف آیا اور چند ہی روز مین اوس سے اسقدر مانوس ہو گیا کہ بہت عزیز رکھنے لگا۔

محمود گاوان وطن سے بے وطن تو پہلے ہی ہو چکا تھا اوس نے جب اپنے بہت سے ہموطنون کو بیدر مین اعلی مناصب پر دیکھا اور بادشاہ کو مہربان پایا تو چند ہی روز مین دکن کو اپنا وطن سمجھنے لگا ۔

محمود گاوان کا طبقہ امرا مین داخل ہونا | معلوم ہوتا ہے کہ محمود گاوان اپنی دانشمندی اور کاروائی سے چند ہی روز مین بادشاہ کا اس قدر معتمد علیہ بن گیا کہ جب ۸۵۶ھ مین اوس کے بہنوئی جلال خان نے علم مخالفت بلند اور صوبہ تلنگانہ پر قبضہ کر کے محمود شاہ خلجی والی مالوہ کو والی خاندیس کی مدد سے دکن پر چڑھائی کرنے پر ترغیب سے آمادہ کیا کہ بادشاہ دکن کا انتقال ہو چکا ہی امرا خود غرضی سے اس خبر کو چھپا رہے ہین اس وقت مین ملک بہت آسانی سے ہاتھ آجائیگا تو سلطان علاؤ الدین نے خواجہ محمود گاوان کو منصب ہزاری دیگر بعض امرا کے ساتھ

جلال خان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور قاسم بیگ صف شکن کو والی خاندیس کے مقابلے مین بھیجکر خود محمود شاہ خلجی کیطرف بڑہا۔ محمود خلجی تو اس اُمید سے آیا تہا کہ شاہ دکن فوت ہوچکا ہی جب اوس نے دیکہا کہ وہ زندہ ہے اور اوسکے مقابلے کے لئے مستعدی سے بڑہا چلا آتا ہی تو راتون رات اپنے ملک کو چلا گیا۔ خواجہ محمود گاوان فن سپہگری سے واقف تہا مگر اوس زمانہ کا طرز تعلیم کچھہ ایسا تہا کہ ایک تعلیم یافتہ شخص ضرورت کے وقت ہر کام ایسی عمدگی سے انجام دیتا تہا کہ گویا اوسکی تمام عمر اوسی کے سیکہنے مین صرف ہوئی ہے۔ چنانچہ خواجہ محمود گاوان بھی حکم ملتے ہی کاروبار تجارت کو چھوڑکر ایک آزمودہ جنرل کی طرح تلنگانہ کی طرف بڑہا اور بہت آسانی سے جلال خان کے مستقر قلعہ نلگنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ دوران محاصرہ مین جلال خان کا بیٹا سکندر خان محمود شاہ خلجی کے واپس چلے جانے سے مایوس ہوکر دو ہزار فوج کے ساتھ کسی تدبیر سے قلعہ نلگنڈہ مین داخل ہوگیا۔ خواجہ محمود گاوان یہہ دیکھکر سمجھا کہ اوسکی مراد برآئی اور چند ہی روز مین محصورین کو اس قدر تنگ کیا کہ جلال خان نے امان طلب کی اور قلعہ حوالہ کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوگیا جس نے خواجہ محمود گاوان کی سفارش سے پہر قلعہ نلگنڈہ اوسکو جاگیر مین دیا۔

عہد ہمایون شاہ بہمنی

اس کے دو برس بعد سلطان علاؤ الدین ثانی ملک بقا ہوا مگر اپنے ولیعہد شاہزادہ ہمایون کو وصیت کرگیا کہ خواجہ محمود گاوان کی قدر دانی کرے۔ چنانچہ اوس نے

(۱) ہمایون شاہ اپنے باپ کی جگہہ ۸۶۲ سنہ۱۴۵۸ء مین اپنے چھوٹے بہائی حسن خان کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد تخت نشین ہوا اور ۸۶۲ سنہ۱۴۶۱ء مین فوت ہوا۔ اوس نے اپنے بہائی حسن خان اور اوس کے علاقہ دارون پر اس قدر ظلم کیا کہ "ظالم" کا لقب پایا اور اس لحاظ سے خاندان بہمنیہ مین اپنے آپ ہی نظیر ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

تخت فیروزہ پر قدم رکھتے ہی محمود گاوان کو خطاب ملک التجاری عطا کرکے وکیل شاہی اور
طرفدار بیجاپور مقرر کیا۔ جب سکندر خان بن جلال خان نے بغاوت کی تو ملک التجار محمود گاوان
بھی لشکر گردگی جمعیت بیجاپور شریک جنگ ہوا۔ اور سکندر خان کے مارے جانے کے بعد
اوس نے خواجہ جہان ترک کی مدد سے قلعہ ملگنڈہ ایک ہفتہ کے محاصرہ مین فتح کیا سکندر خان
کی بغاوت سے صوبہ تلنگانہ مین ایک فساد برپا ہو گیا تہا اس لئے ملک التجار محمود گاوان
ہمایون شاہ کے تمام عہد مین اس صوبہ مین لڑتا رہا اور خدا نے اوسکو اوس ظلم وستم کے دیکھنے سے
محفوظ رکہا جو ہمایون شاہ نے اپنے بہائی حسن خان اور اوسکے علاقہ داران پر جنکی تعداد سات سو
کے قریب تھی کیا کہ جسکی وجہہ سے اوسکو ظالم کا لقب ملا اور ابد الآباد تک اوسکی یاد پر دھبہ ہے لگا
سنہ ۸۶۶ھ مین عاید دکن کو ہمایون شاہ کے ظلم سے نجات ملی اور اوسکے خوردسال بیٹے نظام شاہ[1]
کو شاہ محب اللہ اور سید شریف نے جو سادات عظام سے تھے تیمناً و تبرکاً راست و چپ سے پکڑ کر تخت فیروزہ پر جلوہ گر کیا

نظام شاہ کی تخت نشینی اور ملکہ مخدومہ جہان کی ریجنسی

نظام شاہ کی عمر اوسوقت آٹھ سال کی تھی اوس کی مان جو مبارک خان
ابن فیروز شاہ بہمنی کی بیٹی تھی نہایت ہوشیار و عاقل عورت تھی اوس نے
ہمایون شاہ کی وصیت کے موجب خواجہ جہان ترک کو وکیل شاہی اور طرفدار تلنگانہ۔ اور
ملک التجار محمود گاوان کو خلعت الملک و وزیر کل و طرفدار بیجاپور مقرر کیا۔ اور ان دونون کے

(۱) نظام شاہ ہمایون شاہ کا بیٹا اوسکی جگہہ سنہ ۸۶۶ھ مین ۸ سال کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ حسن و جمال مین بے نظیر تہا مین
بزم شاہی کی دامادی مین تخت کی رات کو سنہ ۸۶۷ھ مین فوت ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

مشورے سے کاروبار سلطنت کو انجام دینے لگے۔ ہر روز صبح کیوقت نوابہ جہان ترک اور ملک التجار محمود گاوان حاضر ہوتے تھے اور تمام امور سلطنت کو ایک عورت ماہ بانو کے ذریعہ سے طے کرنیکے بعد نظام شاہ کو تخت فیروزہ پر بٹھاکر خواجہ جہان سیدھے ہاتھ کیطرف اور ملک التجار بائین ہاتھ کیطرف کھڑا رہتا تھا اور تمام کامونکو عمدگی سے انجام دیتے تھے۔

نظام شاہ کی والدہ جس کا اصلی نام نرگس بی تھا مگر جو سلاطین بہمنیہ کی اصطلاح کے بموجب تاریخ مین ملکہ مخدومہ جہان کے لقب سے یاد کی جاتی ہے ایک عجیب و غریب لیاقت کی عورت تھی اور اوسکے کارنامے اون یوروپین مصنفون کا جواب ہین جو مسلمانون پر الزام لگاتے ہین کہ عورتون کو غلامی کا خوگر بناکر اون کے دماغون کو تباہ کرتے ہین۔ وہ نہایت دوربین اور تیز ہوش تھی اور معاملات ملکی کو ایسا سمجھتی تھی کہ بہت کم لوگ سمجھتے ہونگے۔ اوس کا عزم راسخ اور حوصلہ بلند تھا۔ نرگس بی عورات دکن مین بلحاظ سیاست و ریاست کے اوسی طرح برآوردہ ہے جسطرح کہ چاند بی جرأت و استقلال مین ہے مگر افسوس ہے کہ گو اوس کا عالیشان مقبرہ اوسکی عظمت و شان کے یاد دلانے کے لئے ابھی تک شہر بیدر مین موجود ہی مگر اوس کے کارنامے اہل دکن کے لوح دل سے محو ہو گئے ہین۔

راے اوڑیسہ کی چڑہائی جب گرد و نواح کے بادشاہون کو معلوم ہوا کہ ایک خورد سال بچہ تخت سلطنت پر متمکن ہے تو ہر شخص نے نظر طمع کو دراز کیا مگر سب سے پہلے راے اوڑیسہ نے پیشقدمی کی

جب یہہ خبر محمد آباد بیدر مین پہونچی تو ملکہ مخدومہ جہان نے ملک التجار محمود گاوان اور خواجہ جہان ترک کے مشورے سے چالیس ہزار فوج جمع کرکے نظام شاہ کو اوس کے مقابلے مین بہیجا اور اُس نے راے اوڑلیسہ کو شکست دی اور خواجہ جہان نے راے اوڑلیسہ کا تعاقب کرکے اس قدر مجبور کیا کہ آخر کار اوس نے ملک التجار محمود گاوان کے پاس قاصد بہیجے اور بہت کچہہ نامہ و پیام کے بعد پانچ لاکہہ ہن دیکر صلح کی اور اپنے ملک کا راستہ لیا۔

محمود شاہ خلجی کی چڑہائی اور اہل دکن کی شکست

ابہی اس بلا سے نجات نہ ہوئی تھی کہ محمود شاہ خلجی[1] والی مالوہ نے فوج کشی کی اور خواجہ جہان اور ملک التجار فوج تلنگانہ کو راے اوڑیسہ کے مقابلے کے لئے چہوڑ کر لشکر بیجاپور و دولت آباد و برار کو ہمراہ رکاب نظام شاہ لیکر اوسکے مقابلے کے لئے روانہ اور قلعہ قندہار کے نزدیک دوچار ہوئے[2]۔ محمود شاہ خلجی ایک تجربہ کار جنرل تہا اوس نے اپنا کیمپ ایک نہایت مستحکم مقام مین قائم کرکے بنظر احتیاط اوس کے گرد ایک گہری خندق کہدوادی تھی۔ نظام شاہ اگرچہ خوردسال تہا مگر دشمن کی فوج کو دیکہکر ایسا جوش مین آیا کہ ترکش کمر مین باندہ اور تلوار پرتلہ مین حمائل کرکے نہایت چستی و چالاکی سے صفوف جنگ کی آراستگی مین مصروف ہوا۔ ملک التجار محمود گاوان کو دس ہزار سوار اور چالیس زنجیر فیل کے ساتہ میمنہ مین

(۱) محمود شاہ خلجی تخت مالوہ پر ۸۳۹ھ مین بیٹہا اور اڑتیس برس حکمران رہکر ۸۷۳ھ مین فوت ہوا۔ وہ نہایت عادل و منصف مزاج اور بڑا اولوالعزم بادشاہ تہا۔ اوسکی تمام عمر ممالک غیر کی چڑہائی کرنے مین صرف ہوئی۔ اسلام کا سچا پیرو اور دلدادہ تہا۔ (تاریخ فرشتہ)

(۲) اس لڑائی کی کیفیت تاریخ فرشتہ اور ماثر برہانی سے لی گئی ہے۔

جگہہ دی اور نظام الملک ترک کو اسی قدر فوج کے ساتھ میسرہ مین مقرر کیا اور خود خواجہ جہان ترک
اور سکندر خان کے ساتھ جو اوس کا کوکا تہا گیارہ ہزار سوار اور ایک سو زنجیر فیل کے ساتہہ قلب مین
کہڑا ہوا۔ دوسری طرف محمود خلجی نے اپنے بیٹے سلطان غیاث الدین کو میمنہ مین قایم کیا اور میسرہ کو
مہتاب خان حاکم چندیری اور ظہیر الملک کے سپرد کیا اور بذات خود فوج خاصہ کے ساتہہ قلب کو مستحکم کیا
دونون فوجین صف بستہ نقارہ جنگ کی دل ہلانے والی صدا کی منتظر ایک دوسری کی مقابل کھڑی تھین
کہ ملک التجار شمشیر برہنہ ہاتھ مین لئے ہوئے لشکر بیجاپور کے ساتھ محمود خلجی کی میسرہ پر حملہ آور
ہوا۔ اگرچہ مہتاب خان اور ظہیر الملک نے ابتدا مین جرأت سے مقابلہ کیا مگر جب زیادہ سختی ہوئی
تو حملہ کی تاب نہ لاکر بے تحاشا پیچھے ہٹے اور بہاگتے ہی بہاگتے مارے گئے۔ یہہ حالت دیکھکر نظام الملک ترک
سے بھی نہ رہا گیا اوسنے بیتاب ہوکر نعرۂ "اللہ اکبر" لگایا اور سلطان غیاث الدین پر جا پڑا۔
پھر کیا تہا خوب جنگ و جدل ہونے لگی۔ سلطان غیاث الدین ایک مشہور بہادر تہا جو اکثر لڑائیون
مین ناموری حاصل کرچکا تہا اتفاق سے عین ہنگامہ کارزار مین نظام الملک ترک سے دوچار ہوگیا
اور وہ دونون بلا اسکے کہ ایک دوسرے کو پہچانین آپس مین لڑنے اور گرز اور تلوارین چلانے لگے
نظام الملک کی تلوار ایسی موقع پڑی کہ پہل قبضے سی جدا ہوکر زمین پر گرا اگر وہ منجہا ہوا سپاہی تھا اوس نے
قبضے ہی کو پہینک کر سلطان غیاث الدین کے منہ پر مارا جو ٹہیک اوسکی آنکہہ پر اس زور سے لگا کہ خون بہنے لگا۔
نظام الملک ترک نے دشمن کو بدحواس دیکھکر گھوڑے سے گرا دیا اور اس فکر مین تہا کہ اپنے رہوار سمون سے اوس کا کام تمام

کر دے کہ اتنے مین محمود خلجی کی فوج کے چند سپاہی آگئے اور اپنے شاہزادے کو ایسی دی حالتمین دیکھہ اوٹھاکر خیمہ گاہ کی طرف سراسیمہ بہاگے۔ دکنیون نے تعاقب کیا اور فرودگاہ مین آپھونچکر مال و اسباب لوٹا اور پچاس ہاتھی گرفتار کئے۔ محمود خلجی اپنی فوج کے دو دستون کے اس طرح منتشر ہوجانے سے بہت ہراسان ہوا اور قریب تہا کہ بازگشت کا حکم دے کہ اوسکے ایک مصاحب نے اوسکو روکا اور استقلال سے کام لینے کا مشورہ دیا۔ ملک التجار اور نظام الملک کی کارگزاریونکو دیکھکر نظام شاہ کی رگ حمیت نے جنبش کی اور اوس نے چاہا کہ خود بھی فوج خاصہ کے ساتھ محمود شاہ خلجی پر حملہ آور ہو کہ اتنے مین خواجہ جہان ترک دس ہزار سواروں اور چند مشہور ہاتھیون کے ساتھ آگے بڑہا۔ محمود شاہ نے بارہ ہزار سوارون کے ساتھہ اوس کا مقابلہ کیا اور چونکہ خود بھی کار آزمودہ شخص تہا اوس نے اس قوی دستہ کو موج طوفانی کی طرح اپنی طرف بڑہتے ہوئے دیکھکر کمان اوٹھائی اور سکندر خان غلام کے ہاتھی کی پیشانی پر جو نظام شاہ کے نزدیک کھڑا تہا ایسا تیر مارا کہ وہ غصے مین آکر دیوانہ وار ادہر اودہر دوڑنے لگا جس سے فوج دکن کو بہت صدمہ پہونچا اور قریب تہا کہ خود نظام شاہ کو بھی ضرر پہونچے کہ سکندر خان نے یا تو بے عقلی سے یا خواجہ جہان ترک کی دشمنی سے اپنی فوج کو حملہ کا حکم نہ دیا اور وہ سخت غلطی کی کہ جسکی وجہہ سے بیکرون کامیاب لڑائیان شکست سے مبدل ہوگئی ہین یعنی نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیکر میدان جنگ سے نکل گیا۔ جب فوج دکن نے میدان جنگ کو اعلام شاہی سے خالی پایا تو بددل ہوکر جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور خواجہ جہان نے بھی یہہ دیکھکر کہ افواج میمنہ و میسرہ تو دشمن کے تعاقب مین منتشر ہوچکی ہین اور اعلام و چتر شاہی جنسے فوج کی ہمت

بندہی ہوئی تھی نظر سے غائب ہین - میدانِ جنگ مین ٹھہرنا حماقت سمجھا اور نہایت ہوشیاری
سے اسپ و فیل شاہی کو سلامت نکالکر محمد آباد بیدر کی راہ لی - ملک التجار محمود گاوان اور دوسرے
امرار دکنی و حبشی کو بھی قسمت کو مخالف دیکھکر فرار کو ذریعہ امن سمجھنا پڑا - جب ہزیمت خوردہ فوج بہزار
خرابی محمد آباد بیدر مین پہونچی تو وہان بھی صورت امن نہ دیکھکر ملکہ مخدومہ جہان ملک التجار محمود گاوان
کے مشورہ سے خزانہ شاہی - عورات حرم اور نظام شاہ کو لیکر فیروز آباد چلی گئی اور قلعہ ارک کو ملو خان دکنی کے سپرد کر گئی
اس کامیابی نے محمود شاہ خلجی کے لئے راستہ صاف کردیا چندہی روز مین فتح کے
پرچم اوڑاتا ہوا محمد آباد بیدر مین داخل ہوا اور تھوڑے عرصہ مین ملک برار و بیڑ و دولت آباد پر قابض
و متصرف ہوگیا - ملک التجار محمود گاوان بھی غافل نہ تہا اسوقت تک قرب جوار کی سلطنتون اور
اونکی آپس کی رقابت سے بخوبی واقف ہوچکا تہا اس لئے اوس نے ملکہ مخدومہ جہان کی اجازت سے
نظام شاہ کیطرف سے ایک خط سلطان محمود شاہ(۱) والی گجرات کو بہ طلب مدد لکھا جس کا اثر محمود شاہ گجراتی
کے دل پر یہہ ہوا کہ وہ خود فوراً انسی ہزار سوار ہمراہ لیکر سرحد دکن کی

محمود شاہ گجراتی کی مدد سے محمود شاہ خلجی کا دکن سے نکالنا

(۱) محمود شاہ گجرات کا بادشاہ تہا وہ چودہ سال کی عمر مین ۱۴۵۹ء مین تخت نشین اور ۱۵۱۱ء مین فوت ہوا وہ ایک
بہت تیز فہم ہوشیار اور اولوالعزم بادشاہ تہا اور پکا مسلمان تہا - یہہ عجیب اتفاق ہے کہ اوس زمانہ مین تین
بادشاہون کا نام محمود شاہ تہا یعنی محمود شاہ شرقی والی جون پور محمود شاہ خلجی والی مالوہ اور محمود شاہ گجراتی والی
گجرات - اور اتفاق سے گو والی دکن کا نام محمود شاہ نہ تہا مگر مختار کل کا نام محمود تہا - اور یہہ چارون
اولوالعزم شخص اپنے حسن اخلاق کے لحاظ سے اسم بامسمی بہی تھے - (تاریخ فرشتہ)

طرف بڑہا۔ ملکہ مخدومہ جہان نے پہلے ہی سے یہہ کیا تہا کہ کچہہ فوج جمع کرکے خواجہ جہان کو محمود شاہ خلجی کے مقابلے کیلئے بہیجدیا تہا اور جب سلطان محمود شاہ گجراتی کے آنیکی خبر سنی تو ملک التجار محمود گاوان کو سپہ سالار مقرر کرکے پانچ چہہ ہزار سوار کے ہمراہ استقبال کیلئے بیڑ کی راہ سے روانہ کیا اور اوس نے بیس ہزار سوار ملک التجار کے حوالہ کئے۔ ملک التجار نے آس پاس آدمی دوڑاکر کچہہ اور فوج بہی جمع کرلی اور چالیس ہزار سواروں کے ساتہہ محمد آباد بیدر کیطرف بڑہا جہاں ابہی تک محمود شاہ خلجی قلعہ ارک کی تسخیر کرنے کی تدبیرین کر رہا تہا۔ جب محمود خلجی کو ملک التجار گاوان کے اتنی کثیر فوج کے ساتہہ محمد آباد بیدر کیطرف بڑہنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ مقابلہ کو خطرہ سے خالی نہ سمجہکر بلا توقف اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ مگر ملک التجار اوسے کہان جانے دیتا تہا ہر طرف سے اوسکا تعاقب کیا اور ایسا قافیہ تنگ کیا کہ اوسکو ایلچپور و اکلکوٹ کے دشوار گذار رستے سے بہاگنا پڑا گو کہ اثنا راہ مین ہزارون سپاہی بہوک اور پیاس کی شدت سے فوت ہوے۔ اس نمایان کامیابی کے بعد نظام شاہ کیطرف سے محمود شاہ گجراتی کو شکریہ کا خط لکہا گیا اور بہت سے تحفہ تحایف بہیجے گئے جن مین قیمتی ہاتہی اور گہوڑے بہی تہے جسکے بعد محمود شاہ گجراتی اپنی سچی ہمدردی کا نمایان ثبوت دیکر اپنی دار السلطنت احمد آباد کو واپس ہوا

۱۴۶۳ء محمود شاہ خلجی ملک التجار محمود گاوان پر ایسا خار کہاے ہوے تہا کہ اپنی شکستہ حالت کو درست کرنیکے بعد مین نوے ہزار ۹۰۰۰۰ سوار کے ساتہہ ملک دکن پر حملہ آور ہوا مگر پہر پہلے ہی قصے کا اعادہ ہوا ملک التجار کی تحریک پر محمود شاہ گجراتی مدد کے لئے آموجود ہوا۔ اور محمود شاہ خلجی کو ناکام گونڈوارہ کی راہ سے اپنے

ملک کو بلاجنگ وجدال واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد ملکہ مخدومہ جہان نے نظام شاہ کی شادی کا بہت دھوم دھام سے بندوبست کیا مگر خدا کی قدرت کہ بزم شادی مجلس غم سے مبدل ہوگیا اور عین تخت کی رات کو نظام شاہ نے عالم فانی سے ملک جاودانی کا راستہ لیا۔

محمد شاہ کی تخت نشینی اور خواجہ جہان ترک کا قتل

نظام شاہ کے بعد اوس کا بھائی محمد شاہ تخت فیروزہ پر جلوہ گر ہوا جس کی عمر اوسوقت صرف نو برس کی تھی کونسل آف ایجنسی بسرکردگی ملکہ مخدومہ جہان حسب سابق قایم ہوئی مگر خواجہ جہان ترک بے اندازہ قوت ہاتھ مین دیکھکر آپے سے باہر ہوگیا امراے قدیم کی جاگیرین چھین کر اپنی حکومت کے استقلال کی خاطر امراے جدید کو دینے لگا اور خزانۂ عامرہ ملک اوسکے دست تصرف سے محفوظ نہ رہا۔ ملک التجار محمود گاوان کو ایک منٹ دارالسلطنت مین ٹھہرنے نہ دیتا اور ہمیشہ فوجونکے ساتھ سرحد پر بھیجا رہتا تھا۔ نخوت کا یہہ عالم تھا کہ بڑے بڑونکو بے حقیقت سمجھتا تھا۔ ملکہ مخدومہ جہان تو محمود شاہ خلجی کے واقعہ کیوقت سے ہی دل سے بد دل تھی اب تو اور بھی بیزار ہوگئی جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اس اولوالعزم عورت نے دل مین ٹھان لیا کہ خواجہ جہان کا وجود سلطنت بہمنیہ کے حق مین مضر ہے۔ آخرکار سنہ ۸۶۷ھ مین اوس نے اپنے بیٹے محمد شاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ایک روز خواجہ جہان حسب معمول دربار مین آیا مگر کیا دیکھتا ہے کہ اوس روز نظام الملک ایک کثیر فوج لئے دیوان خانہ مین موجود ہے اگرچہ اس سے کچھہ متفکر ہوا مگر سواے اسکے

(۱) سلطان محمد شاہ بعمر نو سالگی اپنے بھائی نظام شاہ کی جگہہ سنہ ۸۶۷ھ مین تخت نشین ہوا۔ اوسکے زمانہ مین سلطنت دکن کو سب سے زیادہ وسعت حاصل ہوئی مگر اوسکے اخیر زمانہ مین تمام سرداروں نے خودسری و خودمختاری اختیار کی سنہ ۸۸۷ھ مین فوت ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

چارہ نہ تھا کہ محمد شاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر آداب و مجرا بجالائے۔ غرضکہ وہ معمولی کاروبار مین مشغول ہی تھا کہ اتنے مین دو عورتین محل سے برآمد ہوئین اور اونہون نے محمد شاہ سے مخاطب ہوکر باآواز بلند کہا کہ جو قرارداد ہوئی ہے اوسکو پورا کیا جائے۔ یہہ سنتے ہی محمد شاہ نے نظام الملک ترک سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ "اس حرامخور کو فوراً قتل کرڈال" نظام الملک تو حکم ہی کا منتظر تھا فوراً خواجہ جہان ترک کا ہاتھ پکڑ کر دربار باہر لے گیا اور تلوار غلاف سے نکالکر اپنے ہی ہاتھ سے اسکا کام تمام کیا۔

محمود گاوان کا عروج

خواجہ جہان کے قتل کے بعد ملک التجار محمود گاوان کے سوا کوئی شخص ایسا باقی نرہا جو مہمات سلطنت کو باحسن وجوہ انجام دیسکے اس لئے اوسکو خلعت خاص و خطاب خواجہ جہان و منصب امیر الامرائی و وکالت امور شاہی عطا ہوا اور مراتب دنیوی مین اوسکا پایہ سب سے اعلی ہو گیا اسوقت خواجہ جہان محمود گاوان فرامین شاہی مین اس طرح پر مخاطب کیا جاتا تہا "مخدوم جہانیان معتمد درگاہ سلطان آصف جم نشان امیر الامرا ملک نائب مخدوم خواجہ جہان"۔

محمد شاہ کی شادی

اسی سال ملکہ مخدومہ جہان نے خواجہ جہان محمود گاوان کی مدد سے اپنے دل کی آخری ہوس کو بھی نہایت ہی تزک و احتشام سے انجام دیا یعنی اپنے لخت جگر محمد شاہ کی شادی نہایت ہی دہوم دہام سے دودمان بہمنیہ کی ایک لڑکی سے کی اور چونکہ اب محمد شاہ سن رشد کو پہونچگیا تہا اس لئے خود گوشہ گیری اختیار کرکے مہمات سلطنت کو اوسکے سپرد کیا۔ اگرچہ محمد شاہ کا کوئی کام ایسا نہین ہے جس مین خواجہ جہان محمود گاوان کی شرکت نہ ہو مگر اس مقام پر بنظر

اختصار صرف اون واقعات کا ذکر کیا جاے گا جنسے براہ راست خواجہ جہان کو تعلق تہا

مہم کوکن و فتح گوا

سنہ ۸۷۶ھ مین خواجہ جہان محمود گاوان نہایت شان و شوکت سے لشکر بیجاپور و جنیر و جاکنہ و کلہر و دابہول و جیول باہین وغیرہ کو ہمراہ لیکر فتح کوکن کیطرف متوجہ ہوا رائے سنگیسر ایک بہت ذیشان راجہ اور بحری ڈاکوون کا سرگروہ تہا اوسکے زیر حکومت تین سو جنگی کشتیون کا ایک بیڑا تہا اور فوج کی تعداد بھی کچھہ کم نہ تھی۔ جب اُسکو خواجہ جہان محمود گاوان کے ارادے سے اطلاع ہوئی تو اوسنے گہاٹ کی راہون کو مسدود کر دیا۔ محمود گاوان ایک تجربہ کار منجہا ہوا جنرل تہا اوسنے اس مسدودی راہ کی پرواہ نہ کی اور اطمینان خاطر سے اپنی کوہ مین قیام کیا اور آہستہ آہستہ تہوڑے عرصہ مین گہاٹ کو ہنود کے تصرف سے نکال لیا۔ جب پہاڑی رستون کی دشوار گذاری دیکہہ کر سمجہا کہ سوارون کا کام نہین ہے تو جو لشکر کہ ساتہہ لایا تہا اسکو واپس کیا اور اون کی بجاے سعید خان گیلانی کو لشکر جنیر کے ساتہہ اور اپنے غلام خوش قدم کو لشکر دابہول و کلہر کے ساتہہ طلب کیا اور چندہی روز مین پیادون کی کثیر فوج جمع کر لی قلعہ کہنہ کے نزدیک گہنا جنگل تہا جس سے فوج کی راہ مسدود ہوگئی تھی اس لئے اوسکو جلا کے خاک سیاہ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا جسکو ابھی پانچ ہی مہینے گذرے تھے کہ موسم برسات آگیا اس لئے وہ حشم و جاہ کے ساتہہ گہاٹ کے نیچے اوتر آیا اور پرگنہ کولہاپور مین پہونسکے جہونپڑے فوج کے لئے ڈالکر رہنے لگا اور گہاٹ کی حفاظت کے لئے دس ہزار پیادے اور توپچی و تیر انداز چہوڑ آیا۔ لیکن موسم کی سختی بھی

محمود گاوان کو روک نہ سکتی تھی اوس نے اس زمانہ بیکاری مین قلعہ راکلنہ کو فتح کرکے جی بہلایا۔ برسات کے بعد گہاٹ پر چڑہائی ہوئی اور کئی مہینے کی کوشش اور کشش مین ہزار حیلہ وتدبیر اور لاکھون روپیہ پانی کیطرح بہا اور راے سنگیسر کے سردارون کو قسم قسم کے تحفہ تحائف دیکر قلعہ کہنہ کو جسکی سنگین دیوارون پر اوسوقت تک علم اسلام کا سایہ نہ پڑا تہا فتح کیا چونکہ اسی اثنا مین موسم برسات آگیا اس لئے بہر سابق گہاٹی حفاظت پیادون کے سپرد کرکے سوارونکو ہمراہ لیکر نیچے اوتر آیا اور چار مہینے کے بعد سنگیسر کیطرف متوجہ ہوا جسکو بہت ہی آسانی سے فتح کرکے اوسطرف کے زمینداروں سے ملک التجار خلف حسن بصری کے ناحق خون کا انتقام لیا اور رعایا کو مطیع وفرمانبردار بنانے کے بعد گوا کی طرف بڑہا جو راجہ بیجانگر کا مشہور بندر تھا چونکہ راجہ بیجانگر بحری فوج کا بھی مالک تہا اس لئے خواجہ جہان محمود گاوان نے بھی ایک سو بیس جہاز وںکا بیڑا تیار کرکے تری سے حملہ کرنیکے لئے بہیجا اور خود خشکی کیطرف سے بڑہا۔ اور ابھی راجہ بیجانگر کو محمود گاوان کی عزیمت کی اطلاع بھی نہوئی تھی کہ اوسکی حفاظت کے لئے فوج بہیجتا کہ اوس نے بجلی کیطرح اوس پر قبضہ کرلیا اس نمایان فتح کی خبر شہر بشہر پہیل گئی اور اوسکے سننے سے محمد شاہ بہمنی اس قدر خوش ہوا کہ ایک ہفتہ تک طبل شادی محمد آباد بیدر مین بجوایا۔ جب اس نمایان کامیابی کے بعد خواجہ جہان محمود گاوان قلعہ گوا کی حفاظت کا بندوبست کرکے تین سال کے بعد فتح ونصرت کے ساتھہ محمد آباد بیدر مین داخل ہوا تو اوسکی اس قدر توقیر ہوئی کہ بادشاہ ایک مہینہ تک اوس کے

محمود گاوان کی قدر ومنزلت

(۱) ریاض الانشا وتاریخ فرشتہ۔

یہان مہمان رہا اور خلعت خاص عنایت کیا اور ملکہ مخدومہ جہان نے اوسکو "بھائی" کے لقب سے
مخاطب کیا اور چند فقرے اوسکے القاب مین بڑہائے گئے جس کے بعد وہ اسطرح پر مخاطب
کیا جانے لگا۔

"حضرت مجلس کریم سید عظیم ہمایون اعظم صاحب السیف والقلم مخدوم جہانیان معتمد بارگاہ
سلطان آصف جم نشان امیر الامراء الملک نائب مجلس وملک التجار محمود گاوان المخاطب بہ خواجہ جہان"

سلطان محمد شاہ نے خواجہ جہان کے غلام خوش قدم کی بھی قدر و منزلت کی جس نے
اس تین برس مین خواجہ جہان کی بہت خدمت گزاری کی تھی اور اوسکو کشور خان کا خطاب دیکر
امراء کلان مین داخل کیا اور قلعہ گوا بندہ وگوندوال وکولہا پور کو اوسکی جاگیر مین اضافہ کیا۔

یہ ایک ایسی عظیم الشان فتح تھی اور اوسکا خواجہ محمود گاوان کے دل پر ایسا عمیق اثر ہوا
کہ اوسکی انشاء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران توران کے جن جن سلاطین اور عماید سے اوسکی
خط و کتابت تھی اون سبکو اوسکی تفصیلی کیفیت لکھی[1] ۸۷۲ھ مین خبر پہونچی کہ راے برکیتہ نے
اجیراے راجہ بیجانگر کی تحریک سے بندر گوا پر حملہ آور ہونیکا قصد کیا ہے اور قلعدار بنکاپور بھی بہت سا
لشکر لیکر اوسی طرف بڑہ رہا ہے۔

فتح قلعہ بلگوان	محمد شاہ کو جب یہ خبر پہونچی تو وہ بھی اپنا لشکر لیکر قلعہ بلگوان (جسکو اب

(۱) ریاض الانشاء

بلگاؤن اور انگریزی مین بلگام کہتے ہین) کی طرف جو بہت ہی مضبوط و مستحکم تہا بڑہا اور
اوسکا محاصرہ کر لیا راجہ پرکتیہ صاحب بلگوان نے یہہ دیکہکر خواجہ جہان محمود گاوان اور دوسرے
مقربین کے ذریعہ سے عذر خواہی کی لیکن چونکہ بادشاہ کو اوس طرف کے سرکش لوگون کو ایک
سبق پڑہانا منظور تہا اس لئے اوسکی درخواست پر کوئی توجہ نکی اور آتش بازونکو بلا کر حکم دیا کہ
اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو دو ہفتہ مین قلعہ کی دیوارون کا نام بھی باقی نرہے اور
خندق کو بہرنا خواجہ جہان کے سپرد کیا تاکہ جس روز دیوارین زمین سے پیوست ہون اوسی دن
خندق بہی بہری ہوئی رہے - لیکن ہرچند خواجہ جہان خندق کے بہرنے کی کوشش کرتا تہا
مگر کسی تدبیر نے کام نکیا کیونکہ دن مین جسقدر بہری جاتی تہی رات کے وقت محصورین اوسکو
صاف کر دیتے تہے - یہ دیکہکر خواجہ جہان نے غور کیا اور قلعہ کے مقابلہ مین ایک دیوار
اوٹہا کر جا بجا مورچے قائم کئے اور یوسف عادل خان اور فتح اللہ عماد الملک کے مورچون سے
قلعہ کے برج کے نیچے تک سرنگ بنوا کر اوس مین بارود بہروائے چونکہ دکن مین یہ پہلا
موقع تہا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا گیا اس لئے راے پرکتیہ بے خبر بیٹہا ہوا تہا کہ سرنگ کو
شتابہ دکہایا گیا اور دفعتہً قلعہ کی دیوارین کئی مقامات سے زمین سے آملین - خندق تو
پہلے ہی سے بہری ہوئی تہی فوج شاہی دوڑ پڑی اور قلعہ کے اندر گہسنے کی تدبیرین کرنے
لگی مگر محصورین نے بہی جان توڑ کر مقابلہ کیا اور فوج شاہی سے قریباً دو ہزار آدمی کام آئے

آخرکار محمد شاہ نے خود سوار ہو کر سخت حملہ کیا اور بیرونی حصار پر قبضہ کرکے ارگ قلاع کے محاصرے مین مصروف ہوا۔ راے پرکنیہ تو پہلے ہی سے بددل ہو رہا تہا وہ یہ دیکھکر بہ تبدیل لباس حاضر ہوگیا اور محمد شاہ نے فیاضی سے اوسکا قصور معاف کرکے طبقۂ امرا مین داخل کیا۔

بیجانگر پر ایک نے خاندان کی حکومت اور محمد شاہ کی چڑہائی

۱۳۷۹ء مین ملکارجن اور وروپاکشا کی پیہم شکستون کی وجہ سے بیجانگر مین ایک نئے خاندان کی حکومت قایم ہوئی جسکے پہلے راجہ کا نام نرسنگہ تہا جو بیان کیا جاتا ہے کہ وروپاکشا کا غلام تہا۔ ۱۳۸۱ء مین محمد شاہ نے سلطنت بیجانگر پر حملہ کیا۔ راستہ مین سلطان نے ایک پہاڑی پر ایک قلعہ دیکھا جو مسمار پڑا ہوا تہا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ بادشاہان دہلی نے اپنی سرحد کی حفاظت کیلیے تعمیر کیا تہا۔ محمد شاہ نے یہ سنکر اوسکی تعمیر و مرمت کا حکم دیا اور یہ کام خواجہ جہان محمود گاوان کے سپرد کیا۔ خواجہ جہان محمود اپنی معمولی مستعدی سے اس کام کیطرف بھی متوجہ ہوا اور چھ مہینہ کے قلیل عرصہ مین وہ کام کیا جو دوسرے سے دو برس مین بہی نہوسکتا۔ یعنے ایک شاندار و مستحکم عمارت کہڑی کردی دیوارون پر خارا شگاف توپین چڑہا دین اور قلعہ مین ہر قسم کی رسد کا سامان جمع کردیا اور اوسکے بعد محمد شاہ کو لاکر تمام چیزین اوسکی نظر سے گزرانین محمد شاہ اسقدر خوش ہوا کہ کہنے لگا کہ خدا کا مجہہ پر بڑا فضل و کرم ہے کہ ایک تو اوس نے

بھی شاہی ور یاست عطا فرمائی دوسرے خواجہ جہان جیسا نوکر عنایت کیا۔ اور از راہ خوشنودی خواجہ جہان کو اپنا لباس پہنایا اور خواجہ کا لباس خود پہنا۔ یہ ایسی عزت تھی کہ آجتک کسی بادشاہ نے نوکر کی نہین کی یہان تک تو خواجہ جہان محمود گاوان کے اون کارنامون کا ذکر کیا گیا جو اُس سے میدان جنگ مین ظہور پذیر ہوئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک سرسری نظر سلطنت بہمنیہ کی عام حالت پر بھی ڈالیجائے۔ تاکہ ناظرین کو اس کتاب کے پوری طرح پر سمجھنے مین آسانی ہو۔

سامان شاہی — تاریخ اسلام مین خلفاء عباسیہ کی بدولت سیاہ رنگ کو وہ شرف امتیاز حاصل ہے کہ جب کبھی کسی الوالعزم شخص نے داعیہ سلطنت کیا ہے تو نشان شاہی کے خیال سے اوسکی آنکھین بے اختیار اسی رنگ پر پڑی ہین۔ جب ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء مین امراء دکن نے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو تخت شاہی کے لئے منتخب کیا تو اونہون نے تیمناً و تبرکاً اسی رنگ کو اوسکا نشان قرار دیا اسلئے سلاطین بہمنیہ کا چتر اور سراپردہ و دہلیز سیاہ ہوتے تھے۔

سلطان علاء الدین حسن کی سلطنت کی بنیاد انتخاب پر تھی اور نہ اوسکے پاس زیادہ سرمایہ تھا۔ اسلئے اوس نے ترک احتشام کیطرف جو ایشیا مین قدیم الایام سے شخصی سلطنت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور جسکو حقیقت مین بھی شخصی حب و داب کے قایم رکھنے مین بہت کچھ

دخل ہے توجہ نہین کی لیکن اوسکے بیٹے محمد شاہ نے سب سے پہلے اپنے خیال کو اسی طرف
رجوع کیا اور اوسکے بعد جتنے بادشاہ ہوے وہ اُسکی تکمیل مین کوشش کرتے رہے - لیکن چونکہ
بانی خاندان سلاطین دہلی کا پروردہ تھا اور اسلیئے اوس دربار کے رسم و رواج کو سلاطین
بہمنیہ اپنے لئے آیہ ہدایت سمجھتے تھے - ہندوستان مین قدیم سے یہ چیزین سامان شاہی
سمجھی جاتی ہین - (۱) چتر - (۲) تاج - (۳) تخت (۴) اسپ (۵) فیل
(۶) میانہ - اور سلاطین بہمنیہ ان سب کی عمدگی اور نفاست کو اپنی سلطنت کے استحکام کے
لئے ضروری سمجھتے ستھے -

چتر - سیاہ ریشمی کپڑے کا تہا اور اوسکا قبہ قسم قسم اور رنگ برنگ کے
جواہرات بیش بہا سے آراستہ تہا - اور اوسکے کلس پر ہُما کی ایک مرصع صورت
نصب کی گئی تہی جسکے سر پر بطور تاج کے ایک بہت بڑا خوش آب یاقوت لگا یا گیا تھا
جو راے بیجانگر نے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو نذر دیا تہا اور جسکی قیمت کی تشخیص
سے جوہریان دکن عاجز تھے -

تخت - سلطان علاء الدین حسن کا تخت تو چاندیکا[(۱)] تہا لیکن اوسکے
بیٹے محمد شاہ کے زمانہ مین راے تلنگانہ نے ایک تخت جو اوس نے محمد شاہ تغلق کی نذر

(۱) اس تخت کو سلطان فیروز شاہ بہمنی نے مکہ معظمہ بہیجدیا جہان اوسکے ٹکڑے سادات کو تقسیم کئے گئے - (تاریخ فرشتہ)

کرنے کے لئے تیار کرایا تہا ہدیتاً بہیجا اور یہی تخت اخیر وقت تک سلاطین بہمنیہ کے لئے
باعث افتخار رہا ۔ یہ آبنوس کی لکڑی کا تہا اور ایسی ترکیب سے بنایا گیا تھا کہ اوٹھاتے وقت
اوسکا تختہ تختہ جدا ہو جاتا تہا ۔ طول مین تین گز اور عرض مین اڑہائی گز تھا اور اوپر کیطرف
سونے کی پتیان جڑی ہوئی تہین جو فیروزہ کی مینا سے مرصع تہین اسی وجہ سے اوس کا
نام تخت فیروزہ رکہا گیا تہا لیکن بعد مین سلاطین بہمنیہ کی شکوہ پسندی سے اتنے بیش قیمت
جواہرات نصب ہو گئے کہ مشکل ہی سے اسم بامسمی معلوم ہوتا تہا ۔ محمد شاہ رائے تلنگانہ
کے اس ہدیہ سے اس قدر خوش ہوا تھا کہ چالیس روز تک جشن عام کیا سلطان محمود شاہ ثانی
(المتوفی ۱۵۱۸ء) کے عہد مین اسکی قیمت کا اندازہ ایک کروڑ ہن یعنی ساڑہے تین کروڑ
روپیہ کلدار کیا گیا تھا[1] ۔

تاج ۔ تاج شاہی سونیکا تہا اور یاقوت و الماس و مروارید سے مرصع تہا ۔ اسکی
قیمت چار لاکہہ ہن یعنے چودہ لاکہہ روپیہ کلدار تہی[2] ۔

اسپ ۔ شاہان بہمنیہ کے اصطبل مین گھوڑے عربی و عراقی و عجمی ہر قسم کے
رہتے تہے اور اونکا سامان مثل زین و لگام مرصع ہوتا تہا ۔

---

(۱) محمود شاہ ثانی کو سلطنت و ریاست کی بہ نسبت بزم نشاط کا زیادہ شوق تہا اسلئے اوس نے تخت فیروزہ سے جواہرات نکلوا کر حاشیہ لباس او صراحی و پیالہ شراب و طنبور ناص کو مرصع کرایا اور اسطرح یہ قابل یادگار چیز برباد ہوئی ۔ (تاریخ فرشتہ)
(۲) احمد شاہ ثانی (المتوفی ۱۴۵۸ء) اس تاج کے جواہرات بیچکر اپنے خرچ مین لایا ۔ (تاریخ فرشتہ)

فیل - شاہان بہمنیہ کے یہان ہاتیون کی کمی نہ تہی محمد شاہ اول نے تو تین ہزار ہاتہی جمع کئے تھے مگر بعد مین بہی دو ہزار زنجیر فیل سے کم کسی وقت مین نہ تھے فیل خاصہ کی عماری زرین و مرصع اور جہول مخمل زرکار کی ہوتی تہی -

میانہ - میانہ بھی مرصع ہوتا تہا اور اوسپر زردوزی کے کام کے پردے پڑے رہتے تھے -

سلاطین اسلام کے دستور کے بموجب فرامین شاہی کی پیشانی پر بادشاہ کے نام کا طغرا بنایا اور مہر لگائی جاتی تھی - شاہان بہمنیہ نے سونے چاندی کا سکہ بھی بنایا تہا جسکا وزن زیادہ سے زیادہ دو تولہ اور کم سے کم سے ربع تولہ ہوتا تہا اور اوسکی ایک طرف کلمہ طیبہ اور چارون خلفاء راشدین کے نام اور دوسری طرف بادشاہ کا نام اور تاریخ بنا سکّہ کی منقش ہوتی تھی یہ سکہ سب سے پہلے محمد شاہ اوّل نے بنائے تھے اور چونکہ ہندوی تعصب نے اونکی جاری رہنے مین مزاحمت کی اور باوجود مخالفت کے زر اسلام کو گلا ڈالنے سے باز نہ آئے اسلئے محمد شاہ نے جوش مین آکر تمام صرافون کو ایک بار قتل کر ڈالا - اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت بہمنیہ کے آخر تک برابر زر اسلام رائج رہا مگر جب محمود شاہ بہمنی کے زمانہ مین سلطنت کو زوال ہوا تو صرافون نے پہر چہہ سات برس مین تمام اسلامی سکّون کو گلا ڈالا اور اوسکے بعد گو دکن مین پانچ خود مختار حکومتین قائم ہوئین مگر کسی نے سونے چاندی کا سکہ جاری نہین کیا البتہ مسی

سکّون کا جاری کرنا پایا جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے سکون کے لحاظ سے رایان بیجانگر و تلنگانہ کے محتاج تھے جنکے سکون کا نام ہن و پرتاب تھا۔ اگرچہ صرافون نے پوری کوشش کی تھی کہ سلاطین بہمنیہ کے سکّون کو صفحہ ہستی سے محو کردین لیکن ابھی تک اس خاندان کے بعض سلاطین کے سِکّے تلاش سے ملک دکن مین ملجاتے ہین -

دربار — سوا ے جمعہ کے ہر روز صبح سے دوپہر تک دربار ہوتا تھا - دربار کا کمرہ پُر تکلّف ریشمی فرشون سے آراستہ کیا اور اوسکے وسط مین مخمل زربفت کا شامیانہ لگایا جاتا تھا جسکے نیچے تخت فیروزہ رکھا جاتا تھا - دروازون پر کمخواب کے پردے پڑے رہتے تھے جسوقت بادشاہ جلوس کرتا تھا تو امرا و عہدہ داران سلطنت اپنے اپنے درجہ کے لحاظ سے دائین بائین کھڑے ہوجاتے تھے سوا ے مشایخ و سادات کے کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ بیٹھ سکے (۱) - دروازون کے پاس اندر کیطرف تو اچی دیساول (چوبدار) کھڑے رہتے تھے جنکا لقب اصطلاح بہمنیہ مین باردار تھا - انکا یہہ کام تھا کہ جب کوئی شخص آتا تھا تو اوسکی اطلاع اور خود اوسکو بادشاہ کے حضور مین پیش کرتے تھے اور پردون کے باہر پردہ دار رہتے تھے جو دربار مین آنیوالون سے ہتیار لے لیتے تھے اور اوسوقت تک اونکو روکے رہتے تھے جبتک کہ باردار اطلاع کریں امرا جب حاضر دربار ہوتے تھے تو اونکے ہمراہی اردلی قلعہ ارک کے دروازہ کے پاس

(۱) یہ عزت صرف ملک سیف الدین غوری وزیر سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کو حاصل تھی لیکن سلطان محمد شاہ کے زمانہ مین اوس نے بھی بادشاہ کی آزردگی کے خیال سے اس طریقہ کو موتوف کردیا - (تاریخ فرشتہ)

روک لئے جاتے تھے - دربار مین تمام معاملات سلطنت کا تصفیہ ہوتا تھا -

آداب شاہی

سلاطین بہمنیہ کے اولاد کی شادی یا تو اپنے ہی خاندان مین ہوتی تھی یا بادشاہان قرب و جوار کے یہان اور بعض خاص صورتون مین اُمرا و مشایخین کو بھی بادشاہ کی دامادی کی عزّت حاصل ہوجاتی تھی -

شاہان بہمنیہ نے اوس پالسی کی بھی بنیاد ڈالی تھی جسکو بعد مین سلاطین مغلیہ کے زمانہ مین بہت ترقی ہوئی یعنی قرب و جوار کے ہندو راجاؤن کی بیٹیون سے بھی نکاح کرتے تھے - سلاطین دہلی کی طرح نکاحی بی بی کو ملکہ جہان اور بادشاہ کی مان کو ملکہ مخدومہ جہان کہتے تھے مگر نکاحی بی بی کے علاوہ حرم سرا ہر قوم کی عورتون سے بھری رہتی تھی -

محل کے اندر خواجہ سراؤن کا پہرہ رہتا تھا اور سلطان فیروزشاہ نے یہہ قاعدہ بنا دیا تھا کہ کسی بیگم کو تین خادمہ سے زیادہ نہ دیجائین - جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو تمام امرا و منصبدار و طرفدار نذر دکھاتے تھے اور حسب حیثیت پیشکش و ہدایا داخل کرتے تھے -

سلاطین بہمنیہ مین علم سے عاری کوئی نہ ہوتا تھا بلکہ بعض بہت ہی ذی علم تھے فیروزشاہ کو تو علم کا اس قدر شوق تھا کہ اوس کا اکثر وقت علما کی صحبت اور طالب علمونکو

درس دینے مین گذرتا تہا - ریاضی مین اوسکو اتنا دخل تہا کہ ۸۱۰ھ مین اوسنے بالاگہاٹ
دولت آباد مین رسد بندی کا حکم دیا اور اس کام پر حکیم حسن گیلانی - اور سید محمود گازرونی
کو جو مشاہیر روزگار سے تھے مقرر کیا مگر بعض وجوہ سے جن مین حکیم حسن گیلانی کی بے وقت موت
بھی تھی رصد ناتمام رہی -

فیروز شاہ کے علاوہ محمود شاہ اول اور احمد شاہ اول اور محمد شاہ ثانی بہی بلحاظ
ذی علم ہونے کے قابل ذکر ہین - شعرا اور علما کی اون کے دربار مین قدر تھی - شکار کا شوق بہی اوس زمانہ
مین عام تہا اور چونکہ اوس وقت تک بندوقونکا رواج نہ تہا اسلئے یا تو تیر یا نیزہ سے شکار
کہیلتے تھے یا چیتون یا شکاری کتون یا باز و بحری کے ذریعہ سے - محمد شاہ ثانی تو شکار کا ایسا
متوالا تہا کہ اوسنے خوش ہوکر اپنی ایک بحری کو منصب ہزاری عطا کیا - بادشاہ جب کسی
سے خوش ہوتا تہا تو اوسکو خلعت دیا جاتا تہا مگر خلعت خاصہ سوائے طرف داران اطراف کے
جنکا منصب دو ہزاری ہوتا تہا کسیکو نہ دیا جاتا تہا - خلعت خاصہ مین بادشاہ کے لباس کا ایک
جوڑا اور کلاہ زردوز اور کمر و شمشیر مرصع اور بعض اوقات اسپ و فیل بہی ہوتے تھے - اور جب
کوئی شہزادہ ولیعہد مقرر کیا جاتا تہا تو اوسکو کلاہ زردوز و کمر شاہانہ و چتر و سراپردہ سیاہ
و فیل و تخت خلعت مین دئے جاتے بادشاہ کی اردلی مین دو سو منتخب سوار رہتے تھے جنکی تحویل
مین شاہی سلح خانہ رہتا تہا اور اسی لئے اونکو اسلحہ دار کہتے تھے ان کے علاوہ چار ہزار سوارونکا

باڈی گارڈ تھا جس مین بڑی تحقیق سے منتخب جوان بھرتی کئے جاتے اور ہوتے۔ گھوڑے اور سلاح اعلی درجہ کے ہوتے تھے باڈی گارڈ کا نام اصطلاح بہمنیہ مین خاصہ خیل تھا۔

شاہی محل کے پہرہ کے لئے یہہ قاعدہ تھا کہ چار چوکیان مقرر تھین اور پچاس سلحدار اور ایک ہزار خاصہ خیل ہر روز صبح سے لیکر دوسرے روز صبح تک پہرہ دیتے تھے اور امراء و منصبدار جو پایہ تخت مین موجود ہوتے تھے وہ بھی خاصہ خیل کے ساتھ پہرہ مین شریک ہوتے تھے۔ ہر چوکی مین جو شخص اعلی درجہ کا ہوتا تھا اوسکو سرنوبت کہتے تھے اور چوکی اول کا سرنوبت دوسرے سرنوبتون کا بھی افسر سمجھا جاتا تھا جو ایک بہت جلیل القدر منصب تھا۔ بادشاہ جب کسی مہم کا قصد کرتا تھا تو سب سے پہلے دہلیز و سراپردہ سیاہ شہر کے باہر نصب کیا جاتا تھا اور اوسی سے سب لوگونکو بادشاہ کے ارادہ سے اطلاع ہو جاتی تھی۔ خراج جو ہندو راجاؤن کے پاس سے آیا کرتا تھا اوس مین عموماً نقدی اور ہاتھی گھوڑے اور نفیس موتی اور ریشمی کپڑے اور خوبصورت و تربیت یافتہ لونڈی غلام ہوتے تھے۔

منصب امارت — سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی نے ملک کو چار صوبون مین تقسیم اور اوسکے بیٹے محمد شاہ نے ہر صوبہ کے طرفدار کا لقب اور درجہ مقرر کیا۔ ہر طرفدار کا منصب دو ہزاری ہوتا۔ اور طرفدار بیجاپور و حسن آباد گلبرگہ جو عموماً وکیل السلطنت بھی ہوتا تھا۔ ملک نائب اور طرفدار دولت آباد مسند عالی اور طرفدار برار مجلس عالی۔ اور طرفدار بیدر و تلنگانہ اعظم ہمایون کہلاتا تھا

طرف داروں کے بعد سپہ سالار کا درجہ تھا جسکا لقب امیر الامرا اور منصب ایکہزار و پنجصدی ہوتا تھا۔ اور اسکے بعد وکیل السلطنت کا درجہ تھا جسکا منصب یکہزار و دو صدی ہوتا تھا اور باقی امرا کا منصب یکہزاری سے زیادہ اور ایک صدی سے کم ہوتا تھا۔ امرا ہزاری طوق و علم و نقارہ کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ غالباً اس امر کے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ یہہ تمام خطاب اور مراتب وہی ہیں جو سلاطین دہلی کے یہاں خصوصاً خاندان تغلق کے زمانہ میں مروج تھے[1]

خطابات — خطابات میں اعلی درجہ کا خطاب خواجہ جہان تھا[2]۔ اوس کے بعد ملک التجار[3] کا درجہ تھا۔ اسکے بعد ملکی کا خطاب تھا (مثلاً نظام الملک فخر الملک قوام الملک عماد الملک وعلی ہذا) دولائی اور جنگی کے خطابات اوس زمانہ میں مروج نہ تھے۔ اخیر درجہ کا خطاب خانی کا تھا لیکن اس میں سب سے بڑا خطاب خانخانان کا سمجھا جاتا تھا۔ اور اوسکے بعد خانجہان اور خان زمان وغیرہ کا درجہ تھا۔ یہہ خطابات بھی سلاطین دہلی کی تتبع سے اختیار کئے گئے تھے صرف ملک التجار کا خطاب نیا تھا۔

عہدہ ہائے سلطنت — اعلی درجے کے عہدے حسب ذیل تھے۔

(۱) وکیل السلطنت

---

(۱) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف و تاریخ ضیاء برنی۔

(۲) یہہ خطاب سلطان علاء الدین ثانی نے خواجہ مظفر علی استرآبادی کو دیا تھا۔

(۳) سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنی تخت نشینی کے بعد یہہ خطاب خلف حسن بصری کے لئے ایجاد کیا تھا جس نے

(۲) وزیر کل

(۳) امیر جملہ

(۴) اشراف

(۵) نظارت

(۶) پیشوا

(۷) کوتوال دار السلطنت

(۸) صدر جہان

اس وقت یہہ معلوم ہونا کہ ان عہدون سے کیا کام متعلق تھے دشوار ہے اور کسی تاریخ مین اس کی تفصیل نہین مل سکتی لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وکیل سلطنت کا عہدہ سول عہدون مین برترین تہا اور وہ زیادہ تر بطور وزیر صیغہ خارجہ کے ہوتا تہا اور بادشاہ کی غیر حاضری مین کاروبار سلطنت کو انجام دیتا تہا۔ جب کوئی شخص اس عہدہ پر مقرر ہوتا تہا تو اوسکو ایک انگشتری بطور علامت عہدہ کے دیجاتی تہی - وزیر کل تمام انتظام اندرونی کا ذمہ دار تہا اور امیر جملہ بطور لارڈ چیمبرلین (میر اخور) کے ہوتا تہا۔ کوتوال شہر نہ صرف افسر پولیس

بقیہ نوٹ ص ۳۶ - اوسکو تخت سلطنت حاصل کرنے مین اپنی مستعدی اور خوش تدبیری سے بہت مدد دی تہی - اور چونکہ یہہ شخص سوداگر تہا اسلئے یہہ خطاب اوس کے لئے تجویز کیا گیا - مگر بعد مین بلا لحاظ مناسبت کے دیا جانے لگا -

ہوتا تہا بلکہ معمولی مجرمونکو بحیثیت مجسٹریٹ سزا بھی دیتا اور مہتمم محابس بھی ہوتا تہا - صدر جہان
قاضی القضاۃ کا لقب اور وہ گویا بطور چیف جسٹس کے ہوتا تہا - باقی عہدون کی کچہہ کیفیت
معلوم نہین ہوسکی مگر یہہ لازم نہ تہا کہ ہر عہدہ پر علحدہ شخص مقرر کیا جاے بلکہ اکثر اوقات
متعدد عہدے ایک ہی شخص کو دئے جاتے تھے -

دار السلطنت

سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی نے گلبرگہ کو دار السلطنت بنا کر حسن آباد
نام رکہا تہا جہان ابہی تک ایک قدیم مسجد جس کا طرز عمارت اپنی آپ ہی نظیر ہے اور حضرت
شاہ سید محمد گیسو دراز کا خوبصورت گنبد سلطنت بہمنیہ کی شان و شوکت پر شہادت
دے رہا ہے مگر بعد مین احمد شاہ ولی بہمنی نے خوشگواری آب و ہوا کی وجہہ سے بیدر مین جو ایک
بہت قدیم شہر ہے منتقل کرکے اوس کا نام احمد آباد (۱) رکہا - شہر کے گرد فصیل اور اوسکے اندر
وسیع بازار بناے گئے اور وسط شہر مین قلعہ ارک پتہر اور چونے سے تعمیر کیا گیا جسمین متعدد
شاہی محل تھے اور ہر محل کا خاص نام ہوتا تہا چنانچہ ایک محل کا نام نگینہ محل تہا - شہر کے باہر
کثرت سے باغات تھے جنمین پر تکلف مکانات بنے ہوئے تھے - ایک باغ کا نام جو سلطان
علاء الدین نے لگایا تہا نعمت آباد تہا -

اشاعت علم

سلاطین بہمنیہ کو اشاعت علم کی طرف بہت توجہہ تھی تمام شہرون اور قصبون

(۱) بیدر کا نام اورنگ زیب کے زمانہ تک احمد آباد رہا مگر اوس نے اوسکو بدلکر محمد آباد کردیا اور اس لئے ابہی
تک محمد آباد بیدر مشہور ہے (از اخبار الاخیار)

اور بڑے بڑے موضعون مین مسجدین تھین اور ہر مسجد کے متعلق ایک مدرسہ تہا جس مین عربی
وفارسی کی تعلیم ہوتی تھی - ان مدرسون کا خرچ اوقاف سے چلتا تہا جو مسجدون سے متعلق ہوتے
تھے اور آبادی کے خیال سے ہر مسجد مین امام و موذن و فراش مقرر تھے - محمود شاہ
بہمنی (المتوفی ۷۹۹ھ ۱۳۹۷ء) نے ایک سخت قحط کے بعد یتیمون کے لئے گلبرگہ - بیدر - قندہار
ایلچپور - دولت آباد - جنیر - جیول - وائل وغیرہ مین یتیم خانہ قایم کر یتیمون کی تعلیم وتدریس کے
لئے معلم مقرر کئے - سلاطین بہمنیہ نے رعایا کی تعلیم کا ایسا اچہا انتظام کیا تہا کہ اوس کا اثر
ابھی تک اون کے ممالک محروسہ کے حدود سے محو نہین ہوا -

تعمیرات عامہ سلاطین بہمنیہ نے کبھی تعمیرات عامہ کی طرف مثل دوسرے سلاطین اسلام کے
توجہ نہین کی صرف سلطان علاء الدین ثانی نے ایک دار الشفا بیدر مین تعمیر کی تھی یہان
مریضون کو مفت دوا ملتی تہی اور بے استطاعت لوگون کے رہنے کا بہی بندوبست تہا
اور اونکو کہانا کپڑا سرکار کیطرف سے ملتا تہا - سوا اس ایک دار الشفا اور چند مقبرون
اور مسجدون کے اور کوئی عام فایدہ کی عمارت مثل سرائے و چاہ اور مدارس و شفاخانہ کے
تعمیر نہین ہوئی اور نہ کسی نے آب رسانی کا کارخانہ قایم کیا اور نہ ڈاک کی چوکیان بنائین -
سلاطین بہمنیہ کی یادگارین فقط مستحکم پہاڑی قلعے ہین جو آج بھی گرم و سرد زمانہ
کا ویسے ہی استقلال سے مقابلہ کر رہے ہین جیسا کہ پانسو برس پیشتر اپنی تعمیر کے

وقت کرتے تھے۔(۱)

انتظام پولیس و عدالت

حفظ امن و انسداد جرایم کے خیال سے ہر شہر اور گانون مین پولیس اور قضایا کے انفصال کے لئے ایک ایک قاضی یا میر عدل مقرر تھا۔

ہنود کی حالت

سلاطین بہمنیہ کے زمانہ مین ہنود کی حالت بہت اچھی تھی۔ مسلمان حکومتون کا خاصہ ہے کہ وہ کبھی مفتوحین کے رسم و رواج کے بجائے اپنے رسم و رواج کو قایم نہین کرتین اور اسی لحاظ سے سلاطین بہمنیہ نے جو عہدے قدیم سے چلے آتے تھے اون کو موقوف نہین کیا بلکہ خود اپنی طرف سے قایم کرکے مستحکم کیا۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی کی شکر گذاری نے نہ صرف اپنے قدیم سرپرست برہمن کے نام کو اپنے نام کا جزو اور اوسکی ذات کو اپنے خاندان کا لقب قرار دیا تھا بلکہ گنگو کو بھی سر دفتر حساب مقرر کیا۔ یہی وہ پہلا برہمن ہے جسنے اسلامی بادشاہون کی ملازمت اختیار کی لیکن اوسنے کسی ایسی ساعت سعید مین اپنی خدمت کا جایزہ لیا تھا کہ ابھی تک اوس کے ہمقوم شاہان دکن کے حسابات پر حاوی ہین۔ ہندوؤن پر کوئی خاص ٹکس نہین تھا اور نہ وہ ممنوع الملازمت تھے۔ اون کو فوج مین بھی عہدے دیئے جاتے تھے۔ گو کہ اسمین عام اسلامی پالسی کے لحاظ سے جسکی ضرورت کو ہندو سلطنتون کے قرب نے اور بھی مستحکم کر دیا تھا کسیقدر احتیاط کی جاتی تھی۔

(۱) کرنل مِنڈز ٹیلر۔ آرکی ٹیکچر اف بیجاپور۔

رحم دل پالسی

سلطان محمد شاہ اول نے کشن رائے والی بیجانگر سے معاہدہ کیا تہا کہ فقرا و مساکین و عورات و اطفال جنگ کے وقت قتل سے محفوظ رہین اور جو شخص زندہ گرفتار ہو اوسکو کسی قسم کا آزار نہ پہونچایا جائے - یہہ خوشی کی بات ہے کہ سوا سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے (اور اوس نے بھی محض تنگ آکر) اور کبھی کسینے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے اپنے دامن کو آلودہ نہین کیا یہہ ایسی مقبول اور رحم دل پالسی ہے کہ گو اس کی ضرورت کو اسوقت سب لوگ تسلیم کرتے ہین مگر اوسکی پوری پابندی کسی مہذب سی مہذب سلطنت سے بھی نہین ہوسکتی -

فوج

سلاطین بہمنیہ کی فوج کی تعداد کبھی کسی زمانہ مین پچاس ہزار سوار سے زیادہ نہین ہوئی اور ان کے علاوہ ہر لشکر کے ساتھ متعدد ہاتھی اور توپ خانے ہوتے تھے معلوم ہوتا ہی کہ ہنوز بیجانگر کے یہان توپ خانے کا سب سے پہلے رواج ہوا مگر ۱۳۶۶ء مین محمد شاہ اول نے بیجانگر پر چڑہائی کی اور ایک کامیاب لڑائی مین کئی توپین (۱) اوسکے ہاتھ آگئین جسکے بعد اوس نے توپین اور باروت بنانے کے کارخانے قایم کئے - توپچی کی خدمت پر عموماً رومی فرنگی رکھے جاتے تھے اور حفاظت کی غرض سے رات کیوقت توپون کو زنجیرون مین جکڑ دیا کرتے تھے - بندوقین ابھی تک ایجاد نہ ہوئی تھین - اسلئے معمولی لڑائیون مین توپین زیادہ کام

(۱) سر ہنری ایلیٹ نے لکھا ہی کہ اتنے قدیم زمانے مین ہندوستان مین توپون کا استعمال ہونا قرین قیاس نہین ہے لیکن جس تاریخی شہادت پر کہ یہہ واقعہ مبنی ہے وہ نہایت قوی ہے اور جبکہ یہہ مسلم ہی کہ ۱۳۴۶ء مین یورپ مین توپون کا رواج ہو گیا تہا تو ہندوستان مین ۱۳۶۶ء یا اوسکے قریب مین توپ کا مروج ہونا خلاف قیاس نہین ہوسکتا -

نہ آئی تھین صرف محاصرون مین اپنی زہرہ شگاف آواز سنا کر قلعہ کی دیوارون کو خاک پر ملاتی تہین۔ توپون کے ساتھ منجنیقون (گوپھنون) سے بھی قدیم طریقے کے بموجب محاصرون مین کام لیا جاتا تہا۔ خواجہ جہان کی وفات کے تہوڑے عرصہ بعد ایک پرتگیزی سیاح(۲) ڈوارٹ باربوسا نامی نے دکن کا سفر کیا تہا اوس نے اپنے سفرنامہ مین دکن کی فوج کے بہت دلچسپ حالات لکھے ہین وہ تحریر کرتا ہو کہ "فوج مین سوارون کی کثرت تھی جو عموماً ایران و ترکستان وغیرہ کے رہنے والے تھے وہ چہوٹی چہوٹی کاٹھیون پر سوار ہوتے تھے اور اون کا لباس سوتی کپڑے کا ہوتا تہا اور سرون پر مختصر ٹوپیان اوڑہتے تھے بعض روئی دار کمریان پہنتے تھے اور بعض زرہ بھی استعمال کرتے تھے اور گھوڑون کو تارون کی جھولون سے مسلح کرتے تھے اون کی گردنون مین ترکی کمانین ہاتھون مین لمبے لمبے سبک نیزے جنکی چوبھلی انی تین ہاتھ لمبی ہوتی تھی اور کمر مین ترکش لگے رہتے تھے۔ تیر اندازی مین عموماً سبکو اچھی مشق ہوتی تہی۔ ان ہتیارون کے علاوہ بعض کے پاس کٹار اور تبر اور دو تلوارین رہتے ہین گویا کہ ہر سوار کے پاس بعض سپاہیون کے ہتیار رہتے تھے۔ زمانہ سفر مین سامان رسد کو بیلون پر لاد کے لیجاتے تھے اور سردارون کے آرام و آسایش کی غرض سے سوتی خیمے ساتھ رہتے تھے توپون کا رواج اچھی طرح ہوگیا تہا۔ اور اکثر ترک توپچی کی خدمت پر مقرر کئے جاتے تھے۔ بیجانگر کی فوج مین اکثر فوج توپیدل فوج کی ہوتی تھی اور معدودے چند سوار ہوتے تھے پیدل

(۱) اسٹینلی کا سفرنامہ باربوسا۔

مین سے ہر شخص کے پاس ڈھال تلوار اور کمان و ترکش ہوتے تھے اور اونکو تیراندازی مین اچھی
مشق ہوتی تھی - یہہ لوگ دھوتی باندھتے تھے اور اوپر کے جسم پر کوئی کپڑا نہ پہنتے تھے - سرون
پر مختصر ٹوپیان ہوتی تہین "۔ مگر جب کہ (۱) ایسی فوج رکہنے کا ہمیشہ یہہ نتیجہ ہوا کہ اہالی بیجانگر کو
شکستین ہوئین تو دیو راے راجہ بیجانگر نے جو بہت اولوالعزم تہا سلطان علاءالدین ثانی کے
زمانہ مین فوج مین بہت سی اصلاحین کین اوس نے سوارون کی تعداد کو اٹہارہ ہزار سے ستر ہزار
کردیا - اور کثرت سے مسلمان فوج مین بہرتی کئے گئے اور اونکی دلدہی کے لئے ایک مسجد بیجانگر مین
تعمیر کردی اور ہر روز صبح کیوقت جب دربار مین بیٹہتا تہا تو رحل پر کلام اللہ اپنے سامنے
رکہہ لیتا تاکہ مسلمان اوسے دیکھکر سر جہکائین۔ اسکے علاوہ اوسنے سپاہیون کی تنخواہ مین بھی
اضافہ کیا اور تیراندازی کی مشق کی طرف بھی توجہ کی -

سوسائٹی اس زمانہ (۲) مین یا اس سے تہوڑے زمانہ بعد جن سیاحون نے دکن کی سیر کی تھی اونکی
سفرنامون سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کمپلیکس تہی - سب سے بڑا گروہ دکن کے اصلی باشندون
ہنود کا تہا - اسکے بعد دکنی مسلمانون کا گروہ تہا جو عموماً ترکون - عربون - ایرانیون - اور
حبشیون کی نسل سے تھے مگر اس گروہ مین نو مسلم بھی اپنے آپکو شمار کرتے تھے - انکے بعد تازہ
ولایت عربون ایرانیون ترکون اور حبشیونکا درجہ تہا جو عموماً اس ملک کو اپنا وطن بناکر

(۱) (تاریخ فرشتہ)
(۲) اسٹینلی کی کتاب باربوسا و کرونو انجر - تاریخ فرشتہ - مآثر برہانی -

ہین شادی بیاہ کر لیتے تھے ہر شخص زیادہ تر اپنے ہی رسم و رواج کا پابند تھا لیکن باہمی
میل جول کی وجہہ سے مسلمانون کے رسم و رواج پر بھی ہندوؤن کا اثر نمودار ہو چلا تھا۔
شہرونمین مکانات عموماً پختہ ہوتے تھے اور صاحب مقدرت تیھرون کے مکانات مین بھی رہتے
تھے تمام شہرون مین مسافرون کے لئے سرائین ہوتی تہین اور بازار وسیع اور دوکانون
مین ہر قسم کے اجناس فروخت کے لئے موجود رہتی تہین - علم کا عام طور پر رواج اور
عالمون کی قدر تھی - لباس اکثر لوگ رنگ برنگ کے ریشمی کپڑون کا پہنتے تھے اور شراب کا
رواج عموماً طبقۂ امرا و سلاطین مین تہا - موروثی امراء کا کوئی طبقہ نہ تہا - ہر امیر کا خطاب
ذاتی اور جاگیر مشروط بالجمعیت ہوتی تھی اور سامان امارت مثل میانہ و فیل و اسپ
بادشاہ کی ملک سمجھا جاتا تہا - اسی وجہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا آدمی اعلیٰ سے اعلیٰ
مرتبہ پر جوہر ذاتی سے پہونچ سکتا تہا - غلامی کوئی عیب نہ تھی بلکہ بندگی خداوندی کا زینہ
سمجھی جاتی تھی - تجارت کو بھی لوگ حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ایک شریف پیشہ سمجھتے تھے

اصلاحات انتظامی

خواجہ جہان محمود گاوان کی جنگی زندگی اور سلطنت بہمنیہ کی عام حالت دکہانے
کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اون اصلاحون کی طرف توجہہ کیجاے جو اوس نے انتظام مملکت
کے مین کین - سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی جب ۱۳۵۸ء مین فوت ہوا تو خاندان بہمنیہ
قبضہ مین اوس وقت ملک مہارشٹر اور صوبہ تلنگانہ کا کسیقدر حصہ اور اضلاع رایچور

ومدگل، کرناٹک مین تھے۔ جب محمد شاہ بہمنی اپنے باپ کی جگہہ تخت شاہی پر جلوہ گر ہوا تو اوس نے سب سے پہلا کام یہہ کیا کہ ملک کو چار صوبون مین جنکا نام اوس نے اطراف رکہا تقسیم کیا اور ہر صوبہ مین ایک طرفدار مقرر کیا۔ ایک سو بیس برس کے عرصہ مین راجایان بیجانگر و تلنگانہ و کاکن و اوڑیسہ کے ممالک کا اکثر حصہ فتح ہوا اور سوائے بیجانگر کے کوئی مخالف حکومت قرب و جوار مین باقی نرہی اس لئے ملک کی حدود بہت وسیع ہوگئین مگر باوجود اس کے قدیمی تقسیم قایم رہی جس مین وہ تمام نقص نمودار ہوگئے جو کسی ایسے طریقہ مین پائے جاتے ہین جسکی نظر ثانی باوجود حالات کے بدلجانے کے نہ کی گئی ہو۔ اور ہر صوبہ کا طرفدار اس قدر قوی ہوگیا کہ اوسکو حد اعتدال مین رکہنا دشوار تہا۔ آخرکار خواجہ جہان محمود گاوان نے ۱۴۸۰ء مین خیال کیا کہ اصول سیاست کے بموجب حکومت کو اسطرح تقسیم کرنا چاہیے کہ کسی ایک شخص کے ہاتہ مین زیادہ قوت جمع نہو اور بادشاہ کا قابو سب پر یکسان رہے اس لئے اوس نے تمام ملک کو بجائے چار اطراف کے آٹہہ صوبون مین تقسیم کیا جسکی تفصیل یہہ ہے۔

تقسیم قدیم	تقسیم جدید
(۱) گلبرگہ	(۱) بیجاپور۔ جس مین رائچور و مدگل اور بہت سے اضلاع دریاے بہون تک شریک کئے گئے
	(۲) حسن آباد۔ جس مین اضلاع گلبرگہ و نلدرگ

تقسیم قدیم	تقسیم جدید
	وشعوراپور شامل ہوے۔
(۲) دولت آباد	(۳) دولت آباد۔
	(۴) جنیر۔ اس مین کاکن و گوا و بلگاون بھی شریک تھے۔
(۳) تلنگانہ	(۵) راجمندری۔ جس مین اضلاع نلگنڈہ و اوریا شریک تھے۔
(۴) برار	(۶) ورنگل۔
	(۷) گاویل۔
	(۸) ماہور۔

اور اس غرض سے کہ بادشاہ کا رعب و داب تمام صوبون پر قایم رہے اور حالات معلوم ہوتے رہین اوس نے ہر ایک صوبے بعض بعض دیہات کو بادشاہ کے اخراجات کے لئے خاص کیا جس سے تمام ملک پر شاہی نگرانی قایم ہو گئی سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کیوقت سے ایک یہہ بات بھی چلی آتی تھی کہ جس سمت مین جتنے قلعے ہوتے تھے وہ اوسی سمت کے طرفدار کی تفویض مین رہتے تھے اور وہ جسکو چاہتا تھا اپنی طرف سے قلعدار مقرر کر دیتا تھا اسکا یہہ نتیجہ

تھا کہ طرف داروں کی قوت بے حد بڑھ جاتی تھی اور جب جی میں آتا تھا سرکشی کر بیٹھتے تھے
خواجہ جہان نے اس طریقے کو بھی موقوف کیا اور قرار دیا کہ صرف ایک قلعہ سرلشکر سمت کی تحت
میں رہے باقی قلعوں پر بادشاہ کیطرف سے امرا و منصبدار قلعہ دار مقرر ہوا کریں اور انکو اور انکی
فوج کو شاہی خزانہ سے تنخواہ ملا کرے۔ ان لوگوں کے تقرر سے نہ صرف طرفداروں کی قوت میں کمی
ہوئی بلکہ یہہ لوگ اونکے افعال کے نگران بھی رہتے تھے۔ انتظام مالگزاری کے متعلق یہہ بندوبست
کیا کہ مالکان اراضی کی حقیت کو مشخص کر کے رجسٹروں میں درج کیا اور دیہات و تعلقات دیہات
کی جمعبندی کو احاطہ تحریر میں لاکر ایسا سیدھا سادہ طریقہ جاری کیا کہ جس سے رقم وصول شدہ
کی بھی آسانی سے تنقیح ہوسکے اور رعایا بھی استحصال بیجا سے محفوظ رہے۔ تاریخ ہندوستان
میں بندوبست مالگزاری کی یہہ پہلی مثال ہے اور خواجہ جہان محمود گاوان کو یہہ فضیلت حاصل ہے
کہ اوس نے سب سے پہلے ایک ایسے ضروری انتظام کیطرف توجہ کی جسکا اثر ہندوستان کی ۸۵
فیصدی مخلوق کی آرام و آسائش پر پڑتا ہے اور جس کو جہتک انتظام سلطنت کا سب سے بڑا جزو سمجھا
جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام دیہات کی حدبندی بھی کی یہہ سب سے ایسے عمدہ انتظامات تھے
کہ اون کا اثر رعایا پر تو اچھا پڑا مگر طبقہ امرا میں عام ناراضی پھیل گئی۔

انتظام فوج

خواجہ جہان محمود گاوان نے انتظام فوج کی طرف بھی پوری توجہ کی کیونکہ اوسکی
اصلاح کی اوس پرآشوب زمانہ میں جبکہ قوی دشمن سلطنت بہمنیہ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے

بہت ضرورت تھی۔ سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کیوقت سے یہہ طریقہ چلا آتا تہا کہ افواج کے کمانڈرون کے دو درجے تھے ایک تو یا لفدی۔ دوسرا ہزاری۔ سرلشکران یا لفدی کو ایک لاکہہ ہن (۱) سالانہ ملتے تھے اور امرا ہزاری کو دو لاکہہ ہن۔ اور یہہ روپیہ یا تو نقد دیا جاتا تہا یا اوسکے معاوضے مین جاگیر دیجاتی تھی۔ چونکہ سپاہی کی کوئی تنخواہ مقرر نہ تھی اور گنتی کا بہی کوئی قاعدہ یا ضابطہ نہ تہا اس لئے سرلشکر نہ تو ٹہیک تعداد مین فوج رکھتے تھے اور نہ سپاہیون کو معقول تنخواہ دیتے تھے کہ وہ دل سے سرکاری خدمتین بجالاتے۔ خواجہ جہان نے سپاہی سے لیکر امراے ہزاری تک کی تنخواہ مقرر کر دی اور زمانہ کی حالت کے لحاظ سے اوس مین معتدبہ اضافہ کیا اور قرار دیا کہ امراے یا لفدی کو ایک لاکہہ پچیس ہزار ہن اور ایک ہزاری کو دو لاکہہ پچاس ہزار ہن ملا کرین۔ مگر اوسکے ساتہہ ہی حاضری کا ایسا طریقہ مقرر کیا کہ اگر ایک سپاہی بھی تعداد مقررہ سے کم رکہا جاتا تو سرلشکر کی تنخواہ سے اسیقدر رقم وضع ہوجاتی تہی جو ایک بہت ضروری اصلاح تھی۔ اس کے علاوہ محمود گاوان فوج کے خوش رکہنے کی اور بہی تدبیرین کرتا رہتا تہا اوسکو سپاہی کے دل لبہانے کے ایسے ڈہنگ یاد تھے کہ اوسکا وار کبھی خالی نہ جاتا تہا۔ جب ۸۷۴ہجری مین دکن مین دو سالہ قحط پڑا جس سے تمام ملک ویران ہوگیا اور اوسکے بعد راجہ اوڑیسہ نے موقع پاکر بہت سی فوج کے ساتہہ یورش کی تو شاہی فوج کو بددل و ہراسان دیکھ کر

---

(۱) ایک ہن ساڑہے تین روپیہ کلدار کے برابر ہوتا ہے۔

خواجہ جہان نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ ایک سال کی تنخواہ تقسیم کر دیجاے - جس سے سب لوگ اسقدر خوش ہوے کہ خوب جی توڑ توڑ کر لڑے -

آفاقی و دکنی

خواجہ جہان ایک نہایت دانشمند آدمی تہا چونکہ ملک التجار خلف حسن بصری کا واقعہ اوسکے آنے سے چند ہی روز پیشتر ہوا تہا اس لئے اوس نے اوسکے دل پر ایسا اثر کیا تہا کہ کبہی محو ہو سکتا - اوس نے کوشش کی کہ دونون فرقون مین اختیارات کی میزان کے پلڑونکو برابر رکہے اور جو شخص بادشاہ کی خیر خواہی اور جوہر ذاتی کا ثبوت دے اوسکی قدر و منزلت بلا لحاظ اسکے کہ وہ دکنی ہے یا حبشی یا آفاقی کیجاے - محمد شاہ کی حکومت کے اوائل مین امرا نے بہت سر اوٹہایا تہا اسلیئے رفتہ رفتہ اونکو ختم کیا گیا اور اونکے بجاے غلامون کی تعداد کے بڑہانے کیطرف توجہ کی گئی - چار ہزار غلام باڈی گارڈ مین داخل کئے گئے جمین سے دو ہزار حبشی و دکنی اور دو ہزار گرجی و چرکس و قلماق وغیرہ تھے - خواجہ جہان دونون گروہون کو ایک نظر سے دیکہتا تھا چنانچہ جب محمد شاہ نے راے اور یا پر چڑہائی کرنیکا خیال کیا تو اوس نے بادشاہ کو صلاح دی کہ یہ کام ملک حسن بصری کے جو ایک نو مسلم برہمن غلام تہا سپرد کیا جاے - بادشاہ نے اوسکو نظام الملک کا خطاب دیکر اس کام پر متعین کیا اور جب وہ فتح و نصرت کے ساتھ اس مہم سے واپس آیا تو اوسکو سرلشکر تلنگانہ مقرر کرا کے خلعت خاص دلوایا - انتظام جدید کیوقت بھی اس اصول کو بخوبی پیش نظر رکہا

چنانچہ نظام الملک بحری کو طرفدار راحمندری اور فتح اللہ عماد الملک بانی خاندان عماد شاہیہ کو طرفدار گاویل مقرر کیا اسیطرح آفاقیون مین سے خواجہ جہان نے یوسف عادلخان کو جو اوسکا غلام تہا غلامی کے درجہ سے سرلشکری دولت آباد کے درجہ تک پہونچایا اور فخر الملک گیلانی کا طرفداری بیر پر تقرر کیا خاندان شاہی مین سے اعظم خان پسر سکندر خان کو ورنگل کا طرفدار مقرر کیا اور حبشیون مین سے دستور دینار اور خداوند خان کو سرلشکر حسن آباد و ماہور کی عزت بخشی - خواجہ جہان کے ذاتی ملازمون مین ملک اشرف و ملک وحید دکنی بہت بڑا درجہ رکہتے تھے اور فخر الملک دکنی جسکو اوسکے بعد خواجہ جہان کا خطاب ملا اوسکا غلام زادہ تہا - غرض کہ خواجہ جہان تمام گروہون کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کرتا تھا اور جس شخص کو لایق پاتا تہا خواہ وہ غلام ہو کہ امیر دکنی ہو کہ آفاقی اوسکی قدر کرکے اوسکو ایسے اعلی مرتبہ پر پہونچاتا تھا کہ جسکے وہ لایق ہوتا تہا اسی وجہ سے کسی شخص کو اوسکی بیجا شکایت کا بہت کم موقع ملتا تہا - اہل ملک کا سچا ہمدرد تہا اور اسکا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ اوس نے دار السلطنت مین ایک عالیشان مدرسہ قایم کرکے ایسا سرچشمہ جاری کر دیا جو تمام ملک کو علم کی برکت سے سیراب کرکے اہل ملک کو اپنے ملک کے انتظام کے قابل بنا دے -

اسلامی ڈپلومیسی	خواجہ جہان محمود گاوان نہایت دور اندیش مدبر تھا - وہ خوب جانتا تہا

کہ سلطنت کو اوسی وقت فروغ ہو سکتا ہے جبکہ دوسری سلطنتون سے ربط و اتحاد ہو
چنانچہ اوس نے جیسے دوستانہ تعلقات کہ محمود شاہ والی گجرات کے ساتھہ قایم کئے تھے
اونکی کیفیت پہلے ہی لکھی جاچکی ہے اور یہہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ دوستی قیام سلطنت دکن کے
بارہ مین کسقدر مفید ثابت ہوئی خواجہ جہان تمام دنیا کے مسلمانون کو ایک سمجھتا اور
اوسکا منصوبہ یہ تہا کہ تمام اسلامی سلطنتون مین آپسمین دوستانہ تعلقات رہین اور ایک کو
دوسری کے ساتھ جیسا کہ اخوت اسلامی کا تقاضا ہے ہمدردی ہو۔ یہہ وہ مبارک پالسی تھی کہ
اگر کاش سب لوگون کا ایسا ہی خیال ہوتا جیسا کہ یقیناً ہونا چاہیے تو آج اسلام کی پردہ دنیا
پر ایسی بے توقیری ہرگز ہوتی جیسی کہ ہے اور اسلامی سلطنتین بجاے اسکے کہ ایک دوسرے کے
زوال کا باعث ہون ترقی کا سبب ہوتین - اس پالسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قرب وجوار کی
سلطنتین شاہ دکن کو حامی دین سمجھنے لگین - جب سلطان الشرق محمود شاہ جونپوری پر برا وقت
پڑا تو اوس نے محمد شاہ کے پاس طلب مدد کے لئے ایلچی بھیجے اور گو محمد شاہ بعض مصلحتونکی
وجہ سے مدد نہ دیسکا لیکن سلطنت دکن و جونپور مین دوستانہ تعلقات قایم ہوگئے اسی طرح
خواجہ محمد شاہ کی طرف سے سلطان مراد والی ترکی اور سلطان مصر اور شاہ گیلان وغیرہ
کو تحفہ تحایف بھیجتا اور اون سے خط وکتابت کرتا رہتا تہا - جب خواجہ جہان کو کوکن
مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی تو اوس نے سلطنت دکن کی عظمت قائم کرنیکے لئے

اپنی فتوحات کی تفصیلی حالات قریب قریب تمام دنیا کے شاہان اسلام کو لکھے ۔

خواجہ جہان محمود گاوان کی پرایویٹ لایف

اگرچہ خواجہ جہان محمود گاوان کی پرایویٹ لایف کو دیکھا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاف شفاف سیمین چشمہ ہے کہ نہایت خاموشی سے بہ رہا ہے اور خود تو زور و شور سے پاک ہے مگر جس طرف اوسکا گزر ہوتا ہے اوسکے کنارون پر ہری ہری کہیتیان موجود ہو جاتی اور خوشنما پھول اوسکے شفاف پانی مین اپنی دلربا تصویر دیکہہ کر جوش مسرت سے ہلتے ہین - خواجہ جہان جسوقت کرسی وزارت پر جلوہ افروز ہوتا تہا تو ایک ذیجاہ امیر معلوم ہوتا اور اوسکی اردلی مین چار ہزار سوار رہتے جنمین سے دو ہزار ترک تو خود اوسکے نوکر اور دو ہزار بادشاہ کیطرف سے مقرر تھے لیکن جب اپنے مکان پر جاتا تو اوسکی حالت بدلجاتی تہی اوس نے تمام عمر اپنی تنخواہ سے ایک پیسہ اپنی ذات پر خرچ نہین کیا اور گو ایسے جاہ و مرتبہ پر پہونچ گیا تہا لیکن اوس نے اپنے شریف پیشہ تجارت کو ترک نہین کیا بلکہ اوسکو کسب معاش کا ذریعہ سمجھتا رہا - ایران سے جب ہندوستان آیا ہے تو اوسکے پاس چالیس ہزار لاری[1] تھے اور اسی راس المال سے اوس نے اپنے کاروبار تجارت کو مرتے دم تک قایم رکہا تجارت سے جو نفع ہوتا تہا اوس مین سے ہر روز بارہ لاری اپنے خرچ کے لئے نکال لیتا تہا اور جو باقی رہتا تہا

(۱) ایک لاری (۵۰) کلدار کے برابر ہوتا ہے ۔

اوسمین سے کچھہ تو اپنی مان اور عزیزون کو اور کچھہ مختلف ممالک کے زاہدون اور عالمون
اور واجب الرعایت لوگون کو بہیجا کرتا تہا جن سے اثنای سفر مین ملاقات ہوئی تھی۔

خواجہ جہان کے اس خزانہ کا نام "خزانۂ درویشان" تہا اور اسکے سوا ایک دوسرا خزانہ تہا
جسکا نام "خزانۂ شاہ" تہا اوسکی یہ کیفیت تہی کہ جو کچھہ جاگیر سے وصول ہوتا تھا اور یہ امر
بہی قابل ذکر ہے کہ اوسکی جاگیر مین تیس ہزار گاؤن تھے[1] اوسمین سے گھوڑے ہاتھیون
اور سرکاری باورچیخانہ کا ایک مہینہ کا خرچ نکال لیتا تھا اور مابقی کو "خزانۂ شاہ" مین
جمع کرکے اوسکو بھی فقرا و مساکین مین تقسیم کر دیتا تہا اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی
نرکھتا تہا اگرچہ مطبخ سرکاری مین عمدہ عمدہ کہانے پکتے تھے مگر وہ اونکو چکھتا بہی نہ تھا
اوسکے لئے صرف ایک قسم کا کہانا پکتا تہا اور وہ بھی مٹی کی ہانڈی مین۔ آرام و آسایش
کی یہہ کیفیت تہی کہ پلنگ پر بھی نہ سوتا تہا بلکہ زمین پر چٹائی بچھا کر پڑ رہتا تہا اس شخص
کی پرائیوٹ لایف بالکل ایسی تہی جیسی کسی فقیر یا اہل اللہ کی ہوتی ہے جو فرق کہ ایک
عہدہ دار سرکاری کی پبلک اور پرائیوٹ لایف مین ہونا چاہیے اوس نے اوسکو خوب
سمجہا تہا اور وہ جانتا تہا کہ تنخواہ جو سرکاری خزانہ سے ملتی ہے وہ اپنی زندگی آرام و آسایش
سے بسر کرنیکے لئے نہین ہوتی بلکہ رفاہ خلایق کے لئے ملا کرتی ہے۔ کسب حلال کا

(۱) ماثر برہانی۔

ایسا تہا یق تہا کہ باوجود اتنی ثروت کے اوس نے اپنے پیشہ کو ترک نہین کیا۔ خالی وقت
مسجد و مدرسہ مین طالب علمون اور عالمون اور فقیرون کی صحبت مین گزارتا تہا اور شب جمعہ
اور دوسری متبرک راتون کو بھیس بدلکر اشرفیون کی تھیلیان لیکر تمام شہر مین گشت
لگاتا تہا اور عاجزون اور بے نوا لوگون کو دیکر اون سے کہتا تہا کہ یہ بادشاہ کا عطیہ
ہے اوسکے قیام دولت کے لئیے دعا کرو۔(۱)

اولاد سے جو دنیا مین بڑی دولت سمجھی جاتی ہے خدا نے اوسکو محروم نہ رکہا
تہا اوسکے تین بیٹے تھے بڑے کا نام علی تہا جو اسقدر لایق ہوا کہ باپ کی زندگی ہی مین
ملک التجار کا خطاب ملا اور ایکدفعہ راجہ بیجانگر کے مقابلہ مین بہیجا گیا اوسکا منجھلا بیٹا
عبد اللہ حسین شاہ گیلان کے یہان ملازم تہا اور اوسکی سفارش مین خواجہ جہان اعیان
گیلان کو اکثر خطوط لکہا کرتا تہا اور جب آخر مین وہ بدراہ ہوگیا تو اوس نے سلطان
علاء الدین والی گیلان اور اوسکے وزراء کو اکثر خطوط اوسکو راہ راست پر لانیکے
لئیے لکہے۔ اوسکے چھوٹے بیٹے کا نام الفخان تہا۔ اوسکے نام کے چند خطوط ریاض الانشاء
مین موجود ہین جنمین وہ اوسکو تعلیم و تربیت کا شوق دلاتا اور بدراہی سے متنبہ کرتا ہے
اور کبھی کبھی بہت سختی سے اوسکو سرزنش و ملامت کرتا ہے۔ ان خطوط کے دیکھنے سے

(۱) تاریخ فرشتہ و ریاض الانشاء۔

معلوم ہوتا ہے کہ اوس کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا از حد خیال تھا۔ اعزا و اقربا سے بھی اوسکو بہت محبت تھی اور اپنے بھتیجون سے اکثر خط و کتابت کیا کرتا اور اپنے بڑے بھائی شمس الدین محمد کا بہت ہی ادب کرتا تھا۔

تزک و احتشام — جب یوسف عادل خان ۸۸۲ھ مین قلعہ انور کی فتح کے بعد محمد آباد بیدر آیا تو سلطان محمد شاہ اسقدر خوش ہوا کہ خواجہ جہان کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ تک اوسکی دعوت و مہمانی کرے اور کوئی تکلف اوٹھا نرکھے خواجہ جہان نے عرض کیا کہ یہہ باتین بغیر موجودگی بادشاہ کب نصیب ہو سکتی ہین بادشاہ نے اوسکا مطلب سمجھکر جواب دیا کہ پہلے یوسف عادل خان کی دعوت کرو اوسکے بعد ہمارا نمبر بھی آجائیگا۔ خواجہ جہان نے ایک ہفتہ تک یوسف عادل خان کو اپنے گھر مہمان رکھا اور اوسکی مدد سے اپنے گھر کو خوب سجایا۔ آٹھوین روز بادشاہ بھی باجاہ و جلال خواجہ جہان کے یہان آیا اور ایک ہفتہ مہمان رہا۔ چلتے وقت خواجہ جہان نے اتنے تحفہ تحائف بادشاہ کی نذر گزرانے کہ سب لوگ حیرت مین رہگئے۔ منجملہ ان تحفون کے پچاس سونیکے طباق تھے جو اتنے بڑے تھے کہ سالم بکرے کا کباب ان مین آجاے اور اونکے سرپوش مرصع تھے اور سو غلام چرکس و دکنی و حبشی تھے جن مین سے ہر غلام لکھنے پڑھنے اور گانے بجانے سے واقف تھا۔ اور سو گھوڑے ترکی و عربی عراقی تھے اور سو چینی کی رکابیان اور پیالے تھے جو ایسے خوبصورت اور عمدہ تھے کہ

بادشاہون کو بھی نصیب نہون یہ تحائف تو بادشاہ کو دیئے اُنکے علاوہ امرا کو بھی حسب حیثیت بیش قیمت ہدایہ دیئے اور اوسکے بعد نقد و جنس سے جو کچھہ گھر مین تہا بادشاہ کے سامنے پیش کرکے کہا کہ "یہ جو کچھہ ہے سب بادشاہ کا ہے سلطان کو اختیار ہے جسے چاہے بخشدے"۔ سلطان محمد شاہ یہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور اوس نے از راہ عنایت فرمایا کہ "مینے قبول کرکے پھر اوسی شخص کو بخشدیا جو اوسکا سب سے زیادہ مستحق ہے"۔(1)

خواجہ جہان کا انکسار — جب فتح کوکن کے بعد خواجہ جہان محمد آباد بیدر آیا اور بادشاہ اوسکے یہان مہمان رہا اور اوسکے جاہ و منصب مین اسقدر ترقی ہوئی کہ آج تک کسی کو یہ درجہ نصیب نہوا تہا اور ملکہ مخدومہ جہان نے اوسکو بھائی کہا تو بادشاہ کے جانیکے بعد اسقدر مغموم ہوا کہ ایک کوٹھری مین بند ہوگیا اور کپڑون کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اسقدر رویا کہ بیہوش ہوکر زمین پر گرا جب ہوش مین آیا تو فقیرانہ لباس زیب بدن کیا اور محمد آباد بیدر کے علماء و فضلاء و سادات کو جمع کرکے جو کچھہ مال و متاع تاجری و امیری کے زمانہ مین جمع کیا تہا سب اونمین تقسیم کردیا اور اپنے پاس سوائے کتابون اور اسپ و فیل کے کچھہ نرکہا۔ ملا شمس الدین محمد جرجانی نے جو ایک مستند عالم اور خواجہ جہان کے مصاحبون مین داخل تہے دریافت کیا کہ "یہہ کیا بات ہے کہ آپنے سب مال تو وقف کردیا مگر کتابون اور ہاتھی گھوڑون کو

(1) تاریخ فرشتہ۔

ہاتھہ نہین لگایا"۔ خواجہ جہان نے جواب دیا کہ "جب سلطان محمد شاہ میرے گھر آیا اور ملکہ مخدومہ جہان نے مجھے بھائی کہا تو شیطان نے میرے دل مین وسواسہ پیدا کیا کہ "ہیچ من بکرے نیست" اوسوقت مین نے اپنے نفس پر لعنت کرکے بادشاہ سے بات کرنی موقوف کردی بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہہ کیا کیفیت ہے مین نے عرض کیا کہ "دل مین درد ہے جس سے خفقان کو زور ہوا ہے" بادشاہ سمجھا کہ مین بیمار ہوگیا اس لئے مجھے آرام کرنے کا حکم دیکر اپنے محل کو سدھارا۔ اسی لئے مینے تمام جاہ وحشم کو جو غرور کی جڑ ہے غارت کر دیا اور کتابون کو اس وجہہ سے رکھہ لیا کہ یہہ طالبعلمون کے لئے وقف ہین میرا مال نہین۔ اور ہاتھی گھوڑون کا یہہ حال ہے کہ وہ سلطان کا مال ہے۔ یہہ بھی چند روزہ رعایت ہے کہ میرے پاس ہین آخر سرکار ہی مین جائین گے"(۱)۔

علم خواجہ جہان محمود گاوان ایک اچھا خاصہ عالم تھا اور علوم متداولہ مین اوسکی تحصیل پوری تھی خصوصًا ریاضی اور طب کا اوسے بہت شوق تہا۔ نظم ونثر پر بھی اچھی قدرت تھی۔ مگر حساب مین تو ایسا ملکہ تہا کہ اوس زمانہ مین بہت ہی کم لوگون کو ہوگا۔ اور اوسکا خط بھی پاکیزہ تہا۔ اوسنے زمانہ کے رواج کے بموجب اپنے خطوط کو ایک رسالہ کی شکل مین جمع کیا تہا جسکا نام ریاض الانشاء(۲)

(۱) تاریخ فرشتہ۔

(۲) یہہ کتاب نواب صدیق یار جنگ بہادر مرحوم سابق ناظم دفتر ملکی کے کتب خانہ مین موجود ہے۔

لکہا اور ایک کتاب فن انشا مین لکہی جسکا نام مناظر الانشا(1) ہے اور ایک دیوان غزلیات
و قصاید کا لکہا(2) مگر معلوم نہین کہ وہ دست برد زمانہ سے محفوظ ہے یا اوسی چاہ گمنامی مین
غرق ہو گیا جو مسلمان مصنفون کی تاک مین ہمیشہ لگا رہتا ہے لیکن اتنا تو معلوم ہے کہ ابو القاسم
فرشتہ کے زمانہ تک اوسکے نسخے دکن مین کہین کہین نظر آجاتے تھے۔ مشائخ کے ملنے کا
تو اوسے ایسا شوق تہا کہ اپنے وسیع تجارتی سفرون مین جہان کہین اوس کا گذر ہوتا اونکی صحبت سے
ضرور فائدہ اوٹھاتا چنانچہ دکن کو بھی اوسکو شاہ محب اللہ کی زیارت کا شوق لایا تہا۔ عالمون کی
صحبت مین بھی اوسکو بہت مزہ آتا تھا اور اوسکی فیاضی اونکو اپنا حلقہ بگوش بنائے رہتی تھی
ملا عبد الکریم ہمدانی جس نے اپنی شکر گذاری کو خواجہ جہان کی مفصل سوانح عمری لکھکر ثابت کیا(3) ہے
اوسکے معتقدان خاص سے تہا۔ ملا شمس الدین اوس کا ندیم اور ملازم تہا۔ نامور شاعر سامعی اوسکے
مصاحبون مین داخل تہا۔ اور ملا نظیری(4) پر بھی جو اوس زمانہ کا مستند شاعر تہا خواجہ جہان
اس قدر مہربان تہا کہ اوسکو بادشاہ سے ملک الشعرا کا خطاب دلوایا اور اکثر علمای عراق
و خراسان سے بھی اوسکی ملاقات تھی اور اونکو ہمیشہ تحفہ و ہدایہ سے یاد کرتا رہتا تھا۔

(1) یہہ کتاب مشہور ہے اکثر تلاش سے دستیاب ہوجاتی ہے۔
(2) اس کتاب کا ذکر ملا ابو القاسم فرشتہ نے کیا ہے مگر اس زمانہ مین باوجود تلاش کے دستیاب نہین ہوئی۔
(3) یہہ کتاب بھی باوجود سخت تلاش کے دستیاب نہین ہوئی ورنہ اوس سے بہت قیمتی مدد ملتی۔
(4) اس نظیری کو کہین ملا نظیری نیشاپوری نہ سمجھا جاسے جو بہت بعد مین گذرا ہے۔

اس زمانے کے سب سے مشہور شاعر ملا عبدالرحمن جامی کو خواجہ جہان سے بہت خلوص تھا۔ انشاء جامی[1] مین ایک خط نظم مین خواجہ جہان کے نام کا موجود ہے جسکے ذریعہ سے ملا جامی نے اپنی ایک تصنیف (غالباً تحفۃ الاحرار) اوسکی نذر گذرانی تھی۔ اوہون نے ایک قصیدہ بھی خواجہ جہان کے ایک خط کے جواب مین لکھا تھا جسمین اوس نے مولانا کو بیدر آنیکی دعوت دی تھی جسکا مطلع یہ ہے:

مرحبا ای قاصد ملک معانی مرحبا	الصلا کز جان و دل نزل تو کردم مرحبا

اور اصل مقصود کو اس طرح ادا کیا ہے۔

بعد تبلیغ سلام از بندہ جامی عرض کن	گر مجال گفتگو باشد دران حضرت ترا
کارزوے من بدیدارت بسے کاملتر است	زآرزوے عاشق مفلس بوصل کیمیا
تشنہ را در بادیہ روزی کہ باشد از سموم	گرم چون اخگر زمین سوزندہ چون آتش ہوا
میل دل دانی چسان باشد بسوی آب ازان	شوق من افزون بود سوی تو ای بحر عطا
نیست در شہر شما از بہر منع زائران	شہر بیدر را چسان دربست بر روے قضا
از گران جانی نیارم سویت آمد ورنہ ہست	جذب شوق از پیش روی دفع اصد اژدہا

اور ایک قطعہ مین فرماتے ہین ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسیست لطیف	بود آن حسن ادا لطف معانی تارش
ہمرہ قافلۂ ہند روان کن کہ رسد	شرف عز قبول ملک التجارش

(۱) انشاء جامی۔

خواجہ جہان کی فیاضی روپیہ ہی پر محدود نہ تھی بلکہ جس حیات بخش چشمہ سے خود سیراب تھا اوس سے دوسرون کا محروم رہنا بھی نہ دیکھہ سکتا تھا۔ اوس نے شہر محمد آباد بیدر مین ایک نہایت عالی شان مدرسہ ۸۷۶ھ ۱۴۷۲ء مین تعمیر کیا۔ یہہ عمارت [1] نہایت مستحکم اور رفیع الشان ہے اسکا طول شرقاً و غرباً (۷۵) اور عرض شمالاً و جنوباً (۵۵) گز ہے۔ مدرسے کے سامنے دو بلند مینار تھے جنمین سے ایک مینار اب بھی موجود ہے جو (۱۰۰) فیٹ بلند ہے اور اوسپر سبز و زرد زمین پر سفید حرفون مین کلام اللہ کی آیتین لکھی ہوئی ہین۔ صحن مین مسجد تھی اور چہار طرف سے احاطہ سے ملے ہوے علما اور فضلا و طلاب کے رہنے کے لئے کشادہ حجرے بنے ہوے تھے اور جو طالب علم مدرسے مین رہتے تھے اونکو کہانا اور کپڑا وقف سے ملتا تھا۔

(۱) گذشتہ تعلیم مین اور حال مین سفرنامہ روم و مصر و شام مین مسلمانان ہند پر یہہ الزام لگایا گیا ہے کہ اونہون نے کسی اسلامی مدرسے کی بنیاد نہین ڈالی حالانکہ یہہ بالکل غلط ہے۔ مدرسہ محمودیہ بیدر تمام دنیاے اسلام مین مشہور رہے اور اس کے علاوہ تمام مسجدین اور خانقاہین مدرسے بھی ہوتی تہین اور قدیم اسناد کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خانقاہون اور مسجدون کے متعلق خاص خاص معاشین مدرسون کے نام سے بھی ہوتی تہین چنانچہ بعض مقبرہ تو ابھی تک مدرسہ ہی کہلاتے ہین۔ جیسے دہلی مین ہمایون کا مقبرہ آج تک مدرسہ کہلاتا ہے۔ اسکے علاوہ کوئی بڑی مسجد ایسی نہین ہے جس مین طالب علمون کے رہنے کے لئے متعدد حجرے نہ بنے ہون اور بڑے بڑے شہرون مین عالی شان مکانات بھی خاص مدرسے کے نام سے موجود ہین۔ چنانچہ دہلی مین بھی بعض ایسے قدیم مدرسے موجود ہین فقط

(مصنف)

مساکین اور نو واردون کو ہر روز لنگر بٹتا تہا - سر رچرڈ ٹیمپل نے اس مدرسے کی نسبت لکہا ہے کہ ہندوستان کی قدیم عمارتون مین جو اس وقت موجود ہین یہہ عمارت بہت ہی عمدہ اور بے مثل ہے[1] - یہہ عمارت اس قدر مستحکم تھی کہ اوس پر گرم و سرد زمانہ کا اثر نہ پڑ سکتا تہا لیکن اورنگ زیب کے زمانے مین اوسکے چند حجرون مین باروت کا میگزین بنایا گیا تہا کہ دفعتاً ۱۱ ہر رمضان ۱۰۰۷ھ کو رات کے وقت بجلی گری اور مدرسے کا ایک حصہ اور اندرونی و بیرونی مکانات مع مسجد اور ایک مینار کے باروت مین آگ لگ جانے سے اوڑ گئے باقی مکان اور ایک مینار اب تک باقی ہے - مدرسے کے اندر دیوار شرقرویہ پر نقوش چینی مین خط جلی سے نیلے رنگ کی زمین پر سفید حرفون مین کلام اللہ کی سورتین لکہی ہوئی ہین - مدرسے کے متعلق ایک چوک بھی تہا جو ابہی تک موجود ہے گو کہ ویرانی کے عالم مین اپنے بانی کے زمانے کو یاد کر رہا ہے - مدرسے کی بنا ایسی نیک نیتی سے پڑی تھی کہ سرکار عالی کی قدامت پژوہی کی بدولت مڈل اسکول کے اوسکے ایک حصہ مین قایم ہونے سے خواجہ جہان کا فیض اب تک جاری ہے حسن قبول کی یہہ دلیل کیا کم ہے کہ مدرسے کی تعمیر کی تاریخ بھی ایک ایسی آیت سے نکلی جو بانی کی نیک نیتی پر شہادت دے رہی ہے[2] - ساطعی کہتا ہے

(۱) سر رچرڈ ٹیمپل کا روزنامچہ حیدرآباد و کشمیر و شملہ -

(۲) صاحب ماثر برہانی نے اس تاریخ کو محمود بدر شیرازی سے منسوب کیا ہے -

قطعہ تاریخ

این مدرسہ زنسیج محمود بنا	چون کعبہ شدہ ہست قبلہ اہل صفا
آثار قبول بین کہ شد تاریخش	از آیت ربنا تقبل منا

مدرسے مین خواجہ جہان دوسرون ہی سے درس وتدریس کا کام نہ لیتا تہا بلکہ خود بھی پڑہایا کرتا تہا۔

مناظر الانشا | یہہ رسالہ خواجہ جہان محمود گاوان نے فن انشا مین لکہا ہے اور اسکے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانے مین علم انشا کا تصور کیا تہا۔ اس مین ایک مقدمہ۔ دو مقالے۔ اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ مین تو علم انشا کی تعریف اور غایت اور اوسکے لوازمات بیان کئے ہین۔ اور پہلے مقالے مین اہل انشا کے طریقہ پر کلام کی تقسیم کی ہے اور یہہ بتایا ہے کہ کن شرایط سے کلمات کا استعمال کرنا چاہئے دوسرے مقالے مین اقسام وارکان وشرایط مکاتیب کو بیان کیا ہے اور خاتمہ مین خط کی ماہیت اور ضوابط کا بیان ہے۔

اس کتاب مین خواجہ جہان محمود گاوان نے اپنے اختراعات کو دخل نہین دیا ہے بلکہ جو مستند کتابین عربی زبان مین اس فن کے متعلق موجود تہین اون کا اقتباس کرکے فارسی ترکیبون سے مطابق کیا ہے۔ انشا کی یہہ تعریف کی ہے کہ وہ

ایک علم ہے جس سے خطب و رسائل کی تراکیب منثورہ کے معائب و محاسن اس حیثیت سے پہچانے
جاتے ہین کہ وہ خطب و رسائل کی تراکیب منثورہ ہین اور اوسکی غایت یہہ ہے کہ تراکیب نثریہ کے
معائب و محاسن کی پہچان ہو - اس تعریف اور اس غایت سے ظاہر ہے کہ اس علم کا نقطۂ علمی ہورہ پر
زمانے کی الٹ پھیر سے کہان سے کہان پہونچا ہے -

خواجہ جہان نے محاسن کلام کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ فصاحت کیسے کہتے
ہین اور اوسکے لوازمات کیا ہین - صنایع و بدایع کی حقیقت کیا ہے - کلمہ اور اوسکے بعد فقرہ
کے فصیح ہونے کے لئے کیا کیا چیزین ضروری ہین - اور ہر چیز کی مثالین نثر مین زیادہ تر اپنے
عربی و فارسی کلام سے - اور نظم مین شعراے عرب و عجم کے نادر کلام سے دی ہین - مثالون
کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا دائرہ معلومات کسقدر وسیع تہا اور اوستادون کے
کلام کا اوسنے کیسی عمیق نظر سے مطالعہ کیا تہا - عربی مین اوسنے اکثر مثالین امرا القیس - متنبی
ابو تمام - ابو نواس - ابن بابک - ابو البرکات - ابن معشر - ابن سکرہ - ابن حجہ حموی - ابو الطیب
ابی الاسود - ابو العلا معرّی - صفی الدین حلی - قاضی فاضل مصری - قاضی عضد الدین - ابن صنیع مصری
وغیرہ کے کلام سے دی ہین - اور فارسی مین - اسدی - انوری - ظہیر فاریابی - سعدی - حافظ
سلمان ساوجی - کمال اسمعیل خلاق المعانی - شرف الدین یزدی - شاہی
خواجو کرمانی - بابا سودائی - ابن حسام - جمال ترکی تبریزی - کاتبی - نظیری - امیر خسرو

وغیرہ کے کلام کا حوالہ دیا ہے اور جو اشعار کہ درج کئے ہین وہ ایسے منتخب اور پر مضمون ہین کہ
جنسے اوسکے مذاق کی خوبی ثابت ہوتی ہے۔ مثالون کے علاوہ موقع ومحل سے اوس نے بادشاہون
کی حکایتین اور لطائف وظرائف بھی درج کئے ہین جنسے اوسکی تاریخی واقفیت معلوم ہوتی ہے۔ منشی کی
یہہ تعریف کی ہے کہ " اوسکو کیفیت راسخہ ہو جسکے ذریعے سے وہ ایسے طریقے سے جو بلغاء کے
نزدیک پسندیدہ ہو اوس مطلب کو ظاہر کرسکے جسکا ظاہر کرنا مقصود ہو" اور منشی ہونیکے لئے
شرائط یہہ ہین کہ (۱) فکر رسا۔ حافظہ قوی۔ اور طبیعت تیز ہو (۲) بلغاء کی تراکیب کی کثرت سے
تتبع کی ہو (۳) فاضلون کے بلیغ اشعار کو نثر کیا ہو (۴) حافظ قرآن ہو یا اکثر آیتین کلام اللہ کی
یاد ہون اور عمدہ عمدہ احادیث اور پر مضمون اشعار اور پر حکمت لطیفے اور ضرب المثلین
کثرت سے زبان پر ہون (۵) الفاظ کو اونھین معنی مین استعمال کرنے کی قدرت
رکھتا ہو جنمین بلغاء نے استعمال کیا ہے (۶) جو غلطیان کہ جہلا کی زبان وقلم سے شائع
ہون اون سے احتراز کرے (۷) ثقیل الفاظ وتراکیب کے استعمال سے بچے
(۸) جو الفاظ استعمال کرے اون کو معنی مقصود کے ساتھہ مناسبت تامہ ہو اور
آخر مین (۹) علم لغت عرب وصرف ونحو ومعانی وبیان سے بخوبی واقفیت
رکھتا ہو۔ غرضکہ منشی ہونے کے لئے نہ صرف اعلی درجہ کے عالم ہونے کی ضرورت
تھی بلکہ یہہ بھی لازم تھا کہ انسان کے حافظہ اور ذہن کی اعلی درجہ کی تربیت ہوئی ہو

اوسکے بعد اوس نے خطوط کی تقسیم بلحاظ کاتب و مکتوب الیہ کے درجہ کیے ہیں اور بتایا ہے
کہ ہر قسم کے مکتوب کے کتنے ارکان ہوتے ہین اور اسکے لئے کتنی شرایط درکار ہین غالبًا اس بات
کے معلوم ہونے سے معاصرین کو حیرت ہوگی کہ معمولی خطوط جو ہم روزمرّہ لکھا کرتے ہین اونکے
چودہ ارکان اور پندرہ شرایط ہین معمولی خط کے ارکان یہہ ہین (۱) لفظ جو پیشانی پر لکھا
جاے (ہو اللہ یا ہو الکریم وغیرہ) (۲) ثناء (۳) دعاء (۴) اسم مکتوب الیہ
(۵) ذکر کاتب (۶) سلام و تحیت (۷) ابلاغ سلام (۸) اشتیاق (۹)
طلب ملاقات (۱۰) تاریخ (۱۱) اعلام حال (۱۲) توقع والتماس (۱۳)
مقدمہ اختتام (۱۴) اختتام بدعاء اور شرایط یہہ ہین (۱) مکتوب حرف "بار
موحدہ" سے شروع ہو یا لفظ "را" اسم مکتوب الیہ کے ساتھ لایا جاے جیسے بحضرت
یا فلانرا (۲) رکن ثانی مین پہلے چار فقرہ فارسی ہون اور اوسکے بعد عربی (۳)
القاب کاتب و مکتوب الیہ کے درجہ کے مناسب ہو (۴) اگر مکتوب الیہ سلطان اور کاتب
وزیر یا امیر ہو تو مکتوب الیہ کا نام نہ لکھے (۵) مکتوب الیہ کے دشمنونکو جو بددعا دی ہو
اوسکے بعد مکتوب الیہ کا نام نہ لکھے (۶) اگر مکتوب الیہ بادشاہ اور کاتب وزیر ہو تو رکن
ہفتم مین ابلاغ یا ارسال کے الفاظ نہ لکھے بلکہ اپنے مضمونکو بطریق تواضع دوسری طرح
پر ادا کرے (۷) اگر مکتوب الیہ اعلی اور کاتب ادنی ہو تو رکن ہفتم و ششم کی بجاے

اظہار خلوص و اعتقاد کرے (۸) اگر زمان مفارقت طویل نہو تو رکن اشتیاق نہ لکھے
(۹) اگر بعد مکان یا زمان درمیان نہو تو رکن تاریخ کو حذف کردے (۱۰) اگر کاتب
ادنی اور مکتوب الیہ اعلیٰ ہو تو رکن اعلام احوال اسطرح پر لکھے "بر خدام فلک بارگاہ
وغیرہ" (۱۱) اگر دعا ابتدا مین آگئی ہو تو آخر مین رکن دعا نہ لکھے۔ (۱۲) اگر
مکتوب شرطیہ سے مزین ہو تو جواب شرطیہ مین لفظ "باد" کا استعمال نہ کرین بلکہ
ایک فقرہ لکھین جسمین تین لفظ یا تین سے زیادہ لفظ ہون یا اسی قسم کے دو فقرے
لکھین (۱۳) اپنے اور مکتوب الیہ دونون کی نسبت ضمیر غائب استعمال کرین
(۱۴) اگر کاتب و مکتوب الیہ مساوی ہون تو مکتوب الیہ کا ذکر لفظ جمع سے کرین
(۱۵) اگر رکن ذکر کاتب محذوف کیا جائے تو اعلام حال مین اسطرح نہ لکھین
کہ "مبلغ و مرسل میگرداند" بلکہ یون لکھین "مبلغ و مرسل داشتہ شد یا می شود"۔
اس زمانہ کے لوگون کو جو اعلیٰ درجہ کی انشاپردازی اسکو سمجھتے ہین کہ اپنے جذبات
دلی کو مختصر سے مختصر الفاظ مین سیدھے سادھے طور پر ادا کردین۔ اس تشریح سے
خیال ہو گا کہ تصنع کی اعلیٰ درجہ کی ترقی ہے کہ ایک معمولی خط بھی بلا اتنی قیود کی پابندی
کے نہ لکھا جا سکے۔ لیکن یہہ کوئی عیب نہین ہے زمانہ کی خصوصیات ہین۔ اگر
کسی قوم کی انشاپردازی پر مورخانہ نظر ڈالی جاے تو معلوم ہو گا کہ جب کوئی قوم صحرائے

وحشت سے نکلکر میدان ترقی مین قدم رکھتی ہے تو انسان کی جسم کیطرح جذبات بھی سیدھے سادے ہوتے ہین اور عالم
ظہور مین آنیکے لئے الفاظ کے محتاج نہین ہوتے لیکن جب دوسری ترقی یافتہ قومون سے میل
جول اور عیش و عشرت اور تکلفات کی طرف میلان پیدا ہوتا اور ابتدائی اخوت کی بجاے درجہ بندی قائم
ہو جاتی ہے تو لٹریچر مین بھی جو حقیقت مین قومی اخلاق و طرز معاشرت کی سچی تصویر ہوتا ہے وہی رنگ
آجاتا ہے اور جذبات اور اون کے سیدھے سادے اظہار کو بے اثر سمجھکر صنائع لفظی و معنوی کی
طرف توجہ ہوتی ہے لیکن چونکہ طبیعت کی اصلی افتاد کے بدلنے کے لئے بہت عرصہ درکار ہے اسلئے
پھر بھی اس زمانہ انقلاب مین لٹریچر مین ایک خاص بات باقی رہتی ہے لیکن جب اس سے بھی آگے بڑھکر
قومی اخلاق دولت مندی عیش عشرت کے طوفان خیز موجون سے ٹکرا کر پستی کی حالت کو پہونچتا اور قوم
کی اصلی مستعدی خودداری کو مفقود کرکے تقلید و غلامی کی زنجیرون مین جکڑ دیتا ہے تو وہی سمان لٹریچر
مین بھی نظر آنے لگتا ہے ۔ لوگ ایجاد پسندی کو عیب اور بجاے اپنی طبیعت پر زور دینے کے مسلم
الثبوت اُستادون کے کلام کی تتبع کو مایۂ افتخار سمجھنے لگتے ہین ۔ ہماری لٹریچر کی بھی یہی کیفیت ہے
ابتدا مین قومی طرز معاشرت کی سادگی لٹریچر پر بھی محیط تھی لیکن جب شخصی سلطنت قایم ہوئی اور
شخصی رعب داب و دولت مندی نے درجہ بندی کا سلسلہ ڈالا اور دوسری ترقی یافتہ قومون
سے میل جول ہوا اور ایرانی اور رومی تکلفات جنکو ہماری قوت تخیلہ کی گلکاری نے اور بھی پر رونق بنا
تھا ہماری طرز معاشرت کا جزو بنگئی ۔ مٹی کے جھونپڑون اور چمڑے کے خیمون کی بجاے عالیشان

محل ہر طرف نظر آنے لگے جنکی دیوارون پر بجائے سفید قلعی کے پچیکاری اور میناکاری
اپنی بہار دکھاتی تھی تو لٹریچر مین بھی وہی کیفیت پیدا ہوگئی جذبات سے قطع نظر اور
توہم وتخیل کو زور ہوا اور بجائے معنی کے الفاظ کی پرستش ہونے لگی۔ تقلید جسکو اسلام
اور مسلمانون کے ساتھ کچھہ خصوصیت سی ہوگئی ہے اس رنگ پر اور بھی روغن
چڑہاتی اور پایدار کرتی رہی۔ مختصر یہہ ہے کہ جو فرق بہ لحاظ طرز معاشرت کے
خلفائے راشدین وخواجہ محمود گاوان کے زمانون مین تہا وہ لٹریچر مین بھی نمودار تہا۔
اوس زمانہ کی سادگی کی بجائے اس زمانہ مین تصنع اور خالص جذبات کے اظہار کی بجائے
توہم وتخیل کی گل افشانیان تہین جنہون نے مختلف آب وہواؤن کے آغوش مین پرورش
پائی تھی۔ اوس زمانہ مین قدرتی حسن کا جلوہ آنکھون کو خیرہ کرنیکے لئے کافی سمجہا جاتا
تھا لیکن اس زمانہ مین بال کی کہال نکالنا سونے پر جلا اور گلاب کی نازک پتیون کو
نقش ونگار سے آراستہ کرنا قومی مذاق کے مطابق تہا۔ الفاظ آلۂ اظہار مطلب
نہ تھے بلکہ ذریعۂ اخفا تھے قوت مدرکہ کو براہ راست مخاطب کرنا عیب اور نفس مطلب
کو تخیل وتوہم کے پیچدار راستے سے جو بظاہر الفاظ کے ایک خوشنما وبا ترتیب سلسلہ مین
مقید ہوتا تہا ذہن مین منتقل کرنا خوبی تہا۔ اوس زمانہ مین سوائے طبیعت خداداد کے
کوئی اُستاد نہ تہا اس زمانہ مین طبیعت داری اسی کا نام تہا کہ سابق لوگون کے کلام کی

ایسی تتبع کیجاے کہ پہچاننا دشوار ہو۔

شاعری — خواجہ جہان کی تصنیفات سے صرف ایک کتاب ہے جو ہمکو نہین ملسکی اور وہ اوسکا دیوان ہے لیکن اوسکی انشاء اور تذکرہ حدائق السلاطین سے اسقدر مواد بہم پہونچ گیا ہے کہ اوس کے کلام کی نسبت صحیح رائے قائم کیجا سکتی ہے۔ اوس نے فن شاعری مین بھی نثر کی طرح بہت محنت اور مسلم الثبوت اوستادون کے کلام کی تتبع کی تھی چنانچہ ایک موقع پر اوس نے ریاض الانشاء مین تین قصیدے لکھے ہین جنمین سے دو قصیدے فارسی مین ہین جو کمال الدین اصفہانی اور حکیم الدین انوری کی طرز پر اور ایک بدیع الزمان ہمدانی کی طرز پر عربی مین ہے۔ جیسی کثرت وبے تکلفی سے اوس نے عمدہ ومنتخب اشعار جابجا اپنے خطوط مین لکھے ہین اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے اوستادون کا کلام بہت کثرت سے پڑہا تہا اور صدہا بلکہ ہزارہا اشعار اوسکو یاد تھے یہہ ظاہر ہے کہ اسکو بھی فن شعر مین اعلی درجہ پر پہونچنے مین بہت دخل ہے اگرچہ زمانہ کی رفتار کی بموجب صنائع لفظی ومعنوی اور الفاظ کی بندش ونشست وبرخاست کی طرف اوسکو بہت توجہ تھی لیکن اوسکی طبیعت در اصل حقیقت پسند واقع ہوئی تھی اسلئے محض شاعرانہ مبالغہ وتکلفات کو اوسکے کلام مین چندان دخل نہین ہے اکثر اوقات الفاظ کے نقاب کے نیچے سے دنیاوی تجربے اور پرحکمت نصیحتین اور لطیف نکتے

جھلکتے نظر آتے ہین - تصوف کا روغن بھی اوسکے کلام پر چڑھا ہوا تھا قصاید مین
وہی چست بندشین وہی پرزور سیل آسا روانی وہی پرشکوہ الفاظ وہی بلند پرواز
مبالغہ اور وہی تشبیہ استعارہ کی کثرت وبے تکلفی موجود ہے جو اس قسم کے کلام
کے لئے مخصوص ہین - لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ خواجہ جہان قدرتی شاعر تھا
اگر اوسکے کلام کو اصلی معیار سے دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ اوسکو بالطبع شاعری
کی طرف میلان نہ تھا بلکہ جو کچھہ اوس نے لکھا ہے وہ اوستادون کے کلام کی مزاولت
وتتبع کا نتیجہ ہے - اوسکے کلام مین اوس وہبی قوت کا پتہ بھی نہین ہے جو ایسے
ایسے خیالات کا خوشنما مرقع انسان کی آنکھون کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے
جو ہر شخص کو اپنی اصلی مگر پوشیدہ جذبات کا آئینہ معلوم ہوتا اور گذشتہ اور
موجودہ کی قیود سے آزاد کر کے ایک دوسرے عالم مین پہونچا دیتا ہے - اگر
شاعری کا مبدا و منتہی صناعی ہوتا تو بیشک وہ اعلی درجہ کا شاعر سمجھا جاسکتا تھا
لیکن چونکہ شاعری کا دارومدار وہ وہبی قوت ہے صناعی جسکی آئینہ بردار ہے
اسلئے اوسکو اعلی درجہ کے شاعرون مین جگہہ نہین مل سکتی - خواجہ جہان عربی
مین بھی فارسی کی طرح بہت اچھے شعر کہتا تھا - مندرجہ ذیل اشعار سے اوس کا
عام انداز کلام معلوم ہوگا -

در وصل تو صد هزار صاحب هوس است — تا خود بوصال تو کرا دسترس است

آنکس که بیافت دولتی یافت عظیم — وانکس که نیافت درد نایافت بس است

بشستم به آب چشمهٔ اخلاص مهر دوست — از لوح جان و صفحهٔ دل هرچه غیر اوست

گر بی نقاب دیدهٔ دل دید روی دوست — کافر دلست گر نظرش جز بسوی اوست

از بسکه اشک دشمنت جمله جهان گرد تر — در زیر رانت خنگ چرخ افتان و خیزان میرود

گر میکنی عمارت این دل که شد خراب — انوار مهر بر دل حیران من بتاب

در جویبار عقل چو بخت شود بلند — از تند باد حادثه کی میرسد گزند

ای دل از سیل فنا بنیاد هستی بر کند — چون ترا نوح است کشتیبان ز طوفان غم مخور

قصر قدر کان بدست قدرت حق شد بلند — کی رسد از تیشهٔ مکر کسان آنرا گزند

در امید وصل راه و در حیات من صدف — ناوک شست شوق را دل شده طاق و جان هدف

چتر روان و تخت دل بی حجم عشق هیچ نیست — بی خط داغ عاشقی با دست داد تن تلف

جیب لباس عمر را انکه بوسه کفش — بندم از انکه آیدم دامن زندگی بکف

هر دعائیکه شد از بنده بحضرت رجوع — مستجاب است یقین چون بود از فرط خضوع

کسی بغیر تو چون رخ کند که در همه حال — کسی بغیر تو باشد نبرد عقل محال

خالص چو گشت نقد روان ز آتش نهان — باشد بنام عشق تو تا لامکان روان

چون صبا در غنچه شکل و رنگ و بوی آن دهان
یافت زو بوسه بکامم بوی غیرش بگرفت زبان

عشقست در ضمیر من و داغ بر دو رخ
پوشیده نیست از تو شعار و دثار من

کبوتر خانهٔ روحانیان را
نقاط و حرف کی دام است و دانه

ز طرف حرف افزون است و در طاق فلک بیرون
کنوز درد و غم کانیست الا در دل محزون

کسوت عشق تو در قامت دل سیدیم
چون بپوشید به بالاش نه کم بود نه بیش

علم است چون حیات ابد ای پسر بکوش
وز چشمهٔ حیات خود آب حیات نوش

گر نظر بر من کنی دورم ز تو بی‌شبهتی
لیک نور مهر با ذرات دارد الفتی

ز مهرت گشت چون یاقوت اشکم مفگنش در خاک
که از جنس جواهر به بود یاقوت شهلانی

همه عالم نگران تا نظر بخت بلند
برکه افتد که تو یکدم نگرانش باشی

قطعه

چون حیاض خاطرم هست از سحاب فیض پر
از زلال طبع هر کس حاجت فواره نیست

جوهر عین الهی فکر مرا در درج دهر
جز رگان خاطرم از طبع کس تازه نیست

قطعه

فضل و علم نقص و عیب آمد بهندوستان چه باک
زانکه اینجا بود و باشد فضل فضله علم عار

از بیاض لوح هستی محو بادا تا ابد
صورت ماهیت زشت ادای این دیار

رباعی

چو بشنوی سخن فن اگر بفعل آری	کلید گنج سعادت در آستین آری
وگر تو در نصیحت بدرج دل ننهی	بسی خوری ز کف دهر سیلی خواری

قصیده

شد شکل ضرب تیغت بدوش من حمائل	هیکل ز حرز سیفی و انگه هراس ایدل
از پرتو جمالت دیوانه مهر تابان	از رشته شعاعت سرتا بپا سلاسل
جانراست پای درگل تا دید دیده جان	در طوف گلشن دل آن شکل و آن شمائل
بر شمعدان دل زان شمع روان نهادم	تا دیدن رخت را نبود جهات حائل
دل با چراغ عشقت محراب قبله جان	تن بی خیال رویت جا فزاست چاه بابل
تیغ تو آب حیوان مردم ز حسرت آن	آری به بخت من شد آب حیات قاتل
جان در لحاف تن بود رفته بخواب غفلت	آمد ندا که برخیز یا ایها المزمل
بفگن کمند مدحت بر قصر قدر شاهی	کافلاک با کواکب بر قصر داشت کهگل
سلطان محمد آن شه کز فرط کبریائش	در موقف غلامان صد سنجر است طغرل

قصیدهٔ دیگر

ای مهر بی زوال تو ام طالع ازل	یا مهر انجمنین غمم از ظلمت اجل

ما فی الازل چگونہ بود غیر لم یزل		کے لایق عروض زوال است سر عشق
باشد بہ نزد معنی حسن تو مبتذل		بر صورتیکہ عقل تصور کند حسن

ریاض الانشاء

خواجہ جہان کی دوسری تصنیف کا نام ریاض الانشاء[1] ہے جسمین اوس نے اپنے خطوط کو جمع کیا ہے خواجہ جہان کو فن انشا مین جیسا کہ مناظر الانشاء کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کامل دستگاہ اور وہ اس فن کے نکات سے پوری طرح واقف تہا جو باتین کہ خود اوسکے قول کے بموجب ایک منشی کے لئے ضرور ہین وہ سب اوسمین موجود تہین - اوسکی طبیعت تیز اور فکر رسا اور حافظہ آیات قرآنی - احادیث نبوی - برجستہ اشعار اور پرحکمت ضرب الامثال کا مخزن تہا - اوستادون کے کلام کی تتبع اوس نے بہت کثرت سے کی تھی چنانچہ مناظر الانشاء مین خود ایک موقع پر لکہتا ہے کہ اوس نے انوری وکمال اسمعیل وسلمان کے اشعار کو عنفوان شباب مین نثر کیا تہا - مسلم الثبوت اوستادون کے کلام کا اوس نے ایسی عمیق نظر سے مطالعہ کیا تہا کہ ایک ایک لفظ کے استعمال کی خوبی سے واقف تہا اور علم لغت مین اوسکو ایسی دستگاہ تہی کہ جب وہ قلم اوٹہاتا تو یہہ معلوم ہوتا تہا کہ آب زلال کا ایک دریا ہے کہ زور سے

(۱) اسکا نام تاریخ فرشتہ مین غلطی سے روضۃ الانشاء لکہا گیا ہے -

ہوئین مارتا ہوا بہا چلا جاتا ہے - علم صرف و نحو و معانی و بیان سے اوسکا واقف ہونا تو ضروریات سے تہا کیونکہ وہ فارسی کی طرح عربی مین بہی اعلی درجہ کا ناظم و ناثر تہا - مناظر الانشا مین اوس نے فصاحت کی یہہ تعریف کی ہے کہ "فصاحت کلام کے ضعف تالیف (۱) و تنافر کلمات (۲) و تعقید (۳) لفظی و معنوی سے پاک ہونیکا نام ہے" اور بلاغت کی یہہ تعریف کی ہے کہ "کلام کے حسب مقتضاے مقام فصاحت سے مطابق ہونیکا نام بلاغت ہے" پس اگر اس معیار سے خواجہ جہان کی انشا پردازی کا اندازہ کیا جاے (اور یہہ ظاہر ہے کہ کسی دوسرے معیار سے ہمکو اوسکے کلام کا اندازہ کرنیکا حق نہین ہے) تو معلوم ہوگا کہ اوسکے ہر لفظ اور ہر جملہ پر فصاحت و بلاغت کی تعریف پوری طرحپر صادق آتی ہے - اوسکا اندازہ بیان بالکل اپنے زمانہ کی طرز کے مطابق ہے - اوسمین بہی وہی پرشکوہ الفاظ کی خوش آیند روانی - آیات قرآنی و احادیث نبوی و ضرب الامثال عربی کی دلچسپ رنگ آمیزی - اشعار برجستہ کا برمحل استعمال - صنایع لفظی و معنوی کی کثرت لطافت کے ساتھ شاعرانہ تخیل کی دلفریب گل افشانیان - حفظ مراتب کا اعلی درجہ کا خیال - اور اظہار مطلب کو ان سب امور کے

(۱) ضعف تالیف - کلام کا قواعد نحویہ کے مطابق نہونا -
(۲) تنافر کلمات - کلمات کا زبان پر ثقیل ہونا -
(۳) تعقید - ترتیب الفاظ کا ترتیب معنی کے مطابق نہونا -

تابع رکھنا پایا جاتا ہے گویا کہ اوس کے کلام کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ دست صنعت
نے سبزۂ خوابیدہ کا ایک ہموار تختہ تیار کیا ہے جسپر کہین تو سفید سنگریزون کے گلکاری ہے
اور کہین سرخ کی اور کسی مقام پر گل لالہ اپنی بہار دکہا رہا ہے اور کہین نرگس کے
پھول چشم بانتظار ہین اور کسی جگہہ شفاف سیمین چشمے سریلی آواز سے بہہ رہے ہین
اور کہین بلوری حوض مین شفاف فوارے ساون کی جہڑی کی طرح چھوٹ رہے ہین۔
مولانا عبد الرحمن جامی نے شاعرانہ انداز سے ایک موقع پر اوسکی انشاپردازی
کی تعریف کی ہے مگر اوسکا ماحصل بھی دراصل وہی ہے جو ہماری راے کا ہے
مولانا جامی لکھتے ہین۔

نظم و نثرش مین کہ بیداری بیرچرخ کرد — عقد پروین را در اثنای بنات النعش جا
یا خود افتادست مخزونات گنج پر گہر — بر بساط عرض بعضے متصل بعضے جدا
فقرہای نثر او قوت دہ پشت ہنر — نکتہاے نظم او روشن گر شمع ذکا

جو شخص کہ ایسے طرز بیان کا پابند ہو اوسکے کلام مین مشکل ہی سے اوس کے اصلی
جذبات کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن ریاض الانشاء کے مطالعہ سے خواجہ جہان کی
نیک نفسی علم کے شوق علماء و صلحا کی صحبت کے ذوق خاندانی عظمت و جلال
بادشاہ کے تقرب میدان جنگ کے کارنامون حوصلہ کی بلند پروازی اعزا کی

محبت اولاد کی تربیت سب باتون کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اگر اس زمانہ کے لحاظ
سے اوسکی طرز بیان کو دیکھا جاے تو معلوم ہوگا کہ اوس کے کلام مین سب سے بڑا نقص
یہہ ہے کہ تھوڑے مضمون کو بہت سے الفاظ مین ادا کرتا ہے اور وہ بھی اسطرح پر کہ تشبیہہ و
استعارہ و اقتباس کی کثرت و نزاکت کیوجہ سے مضمون کے سمجھنے مین دقت ہو
خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا دائرہ اتحاد بہت وسیع تھا اور سلاطین
و امرا و علما و مشایخین سب طبقون پر حاوی تھا۔ سلاطین مین سلطان ابو سعید
گورکان سلطان مراد رومی سلطان حسین بیگ سے اور امرا و وزرا مین وزیر
صدر الدین کبیر المخاطب بہ شرف الملک۔ صدر الدین شرف جہان۔ امیر جان شاہ
اللاری۔ وزیر محمود شاہ رومی اور اوس زمانہ کے اکثر دوسرے سلاطین کے وزرا
سے اور علما مین شرف الدین علی یزدی۔ شمس الدین محمد اللاری۔ مولانا ابو سعید۔
قاضی صدر جہان۔ مولانا عبد الرحمن جامی۔ مولانا ابو بکر الطہرانی۔ شیخ محمود المندوی
وغیرہ سے اور مشایخین مین خواجہ سید عبید اللہ۔ مولانا نعمت اللہ۔ شیخ صدر الدین
الرواسی وغیرہ سے اور اپنے رشتہ دارون مین اپنے چچا اور دو بھتیجون عمدۃ الملک
اور خواجہ برہان الدین اور اپنے تینون بیٹون سے علی عبد اللہ حسین اور الف خان سے
خط و کتابت تھی۔ جو خطوط کہ اوس نے اپنے بھتیجون کو لکھے ہین اون سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ اون سے کسقدر مالوف تھا اور اوسکو اپنی اولاد کی تربیت کا ایسا خیال کہ دسینے

جتنے خطوط کہ سلاطین گیلان کو لکھے اون سب مین اپنے منجھلے بیٹے عبداللہ حسین کی سفارش

کی ہے اور التجا کی ہے کہ اوسکو بری راہون سے بچایا جاے اور اپنے چھوٹے بیٹے الف خان

کو تو جو خط اوس نے لکھا ہے اوس مین اوسکی بری عادتون پر ملامت کی ہے اور حصول

علم کی ترغیب دلائی ہے اور اسی طرح بڑے بیٹے علی کو بھی بہت سی بیش بہا نصیحتین کی

ہین۔ لیکن اوسکی سب سے مزہ دار خط وکتابت مولینا عبدالرحمن جامی کے ساتھ تھی جن سے

اوس کو دلی انس تھا اونکو کبھی ہندوستان آنیکی دعوت دیتا ہے کبھی کوئی قیمتی تحفہ

بھیجتا ہے کبھی طلب فیض اور کبھی اظہار خلوص کرتا ہے ذیل مین ایک اوسکا خط علی ملک التجار

کے نام کا درج کیا جاتا ہے جس سے نہ صرف اوسکا طرز تحریر معلوم ہوگا بلکہ یہ بھی ظاہر

ہوگا کہ اوسکے نزدیک حکومت مین کامیابی حاصل کرنیکے لئے کونسی باتین ضرور ہین ـ

نسخہ مکتوبی کہ بفرزند بزرگ خود علی مخاطب بملک التجار نوشت

اللھم کما جعلتہ خلف الاشراف اجعلہ شرف الاخلاف وآیۃ من محاسن

الاوصاف اکثر ما اثبت الدہ والاسلاف ۔ چون آتش جان سوز عشق در کانون

دل اشتعال یافت وزبانۂ آن از روزنۂ دہان بر سطح مخروطی لسان تافت۔ از

تراکم دخانش سوداے سواد نامہ در دماغ ناطقہ وسویداے دل خامہ افتاد

ولیکن فی الحقیقت ہے زبان ناطقہ در شرح شوق ما لال ست ؛ چہ جائے کلک بریدہ زبان بیہودہ گوست ؛ لاجرم لعلت این سودائے خام کہ در سرشت روان مخمر است میخواہست کہ بر مقتضی مصرع کما تداوی شارب الخمر بالخمر۔ درد غم و اندوہ ہجر را لسواد کلمات شوق آمیز نظم و نثر کرامت شفا ارزانی شود اما ہیہات ہیہات کہ صورت صہبا صبابت جان بامتزاج زلال و سلسال مقال سمت فتور و نقصان یابد ہے گفتم کہ سوز آتش دل کم شود باشک ؛ آن سوز کم نگشت و زبانم بتر بسوخت۔ بلکہ خوف آنست کہ مبانی امانی بقا از تحکم سیلان بکا و توافر تمادہ و اشتکا موصوف بصفت دگا دگا گردد فیاض قدیر جل عن الشبہ و النظیر کہ مشعل ماہ و نور عالم افروز مہر کہ منور طاق مسدس سپہر است شب دیجور دل مہجور را بروز وصل و حضور متبدل گرداناد و ظلمت دیدہ خاطر محزون را بنور تلاقی و حضور متحول ہے دارم امید بدین اشک چو باران کہ دگر ؛ برق شادی کہ برفت از نظرم باز آید۔ معلوم آن فرزند باد کہ جان مشتاق با نامل محبت و اشفاق در دل میزد کہ صور تفاصیل احوال اینجائی بر صفحہ صحیفہ مقال باز نماید لیکن پیر عقل کہ او ستاد کارخانہ ابداع ست دست منع و ارتداع بر سینہ جان اتباع نہاد کہ صرف عنان قلم از صوب تفصیل بجانب اجمال محض مقتضی حال ست میبایدکہ

آن فرزند غبار ملال از رخسار بال زائل گرداند که بعنایت الله المتعال صورت هر مراد

که قلم نقشبند خیال بر ورق بال میکشد در آئینه حصول با حسن وجه منظور است بعد هذا

مخفی نماند که چون دست شفقت و محبت آن فرزند بر گریبان دل این مستمند محکم بود

واجب دید که انجمن خیال او را بنور شمع نصیحت خلاق روشن گرداند می باید که آن

قرة العین علو دعائم سروری و سمو قوائم مهتری در رعایت لوازم امارت و احاطت

شرایط و ارکان وزارت داند تا در نظر اهل فضائل و حکم مستحق انفاذ سیف و اجرای

قلم باشد بعضی از شرائط و ارکان و محاسن و لوازم آن بوسیله ترجمان قلم تیز زبان

از درج ضمیر در سلک بیان می آرد و بواقی آن بتعقل و ادراک آن فرزند محول میدارد

و یقین میداند که خلاف خیال موجب ذبول نهال آمال است و مستلزم اختلال مبانی

جلال و نعوذ بالله من عروض هذا الحال - یکے آنکه در استجماع محاسن خصائل و استرفاع

رایت مکارم شمائل بنوعی اهتمام نماید که چنانچه ظل جامعیت عوالم بر فرق فرقد سای

انسان ممدود است کما احاطت صفات حمیده بمیان جان آن فرزند فی الحقیقت مسدود باشد کما قیل

لو زرته لرایت الناس فی رجل   والدهر فی ساعة والارض فی دار

تا تمام افراد امم در نشر محامد شیم آن فرزند متفق الهمم و متحد الکلم باشد **شعر**

فانما الناس کلهم لسان احد   یتلوا الثناء علیک الدنیا فهم

دیگر آنکه در مبادی بوادی طلب مآرب از ملاحظه کیفیات عواقب غافل و ذاهل نباشد و در کسب مواد جمیع مرام و مراد بر نمط سلوک والد و اجداد مجمل و تفاصیل وقائع استقبال از صفحه جریده حال مشاهده کند تا کسان بادی و حاضر در مجالس و محاضر محمدت و ثنای آن فرزند ذاکر باشند شعر یری عاقبات الرای الرای مقبل ؛ کان لی فی الیوم عیناً علی غد ؛ هو التابع التالی اباه کما تلا ؛ ابوه اباه سید او ابن سید -

دیگر آنکه بر مقتضی انزل الناس منازلهم هر یک از امراء و صغار و کبار و صفدران مصاف کارزار را بقدر حال معزز و ستمال دارد و زنگ ملال از آئینه بال شان مصقل اعزاز و اجلال بزداید شعر اذا تلت منک العز فالمال هین ؛ وکل الذی فوق التراب تراب

و دیگر آنکه صورت عفو و سیاست تقلم سوی فراست و کیاست در مواضع و محال خویش بوجه جمیل بنماید شعر اذا انت اکرمت الکریم ملکته ؛ وان انت اکرمت اللئیم تمردا ؛ فوضع الندی فی موضع السیف بالعلی ؛ مضر کوضع السیف فی موضع الندی -

و دیگر آنکه کسانیکه به بدائع درایات و صنائع کفایات متحلی باشند و دیده مردم بزرگ منش از فورد انش و بینش ایشان ممتلی و نور رسد او صواب از چهره خطاب و جواب شان توان دید و سر فتنه و دست شر به تیغ حدس ذهن و دقت نظر تواند برید - شعر فواد لانواع الفضائل جامع ؛ ورای لاعقاب الامور بصیر ؛ ه دلش برنده نقش فتن

بدست حکم ؛ کفش زننده حد ستم بنوک قلم ؛ ایشان را بصنوف مواهب و مزید ترقیات مراتب محظوظ دارد و وجوه مآرب و مطالب ایشان را بعین قبول وحصول ملحوظ و اگر عارض مطیر مرحمت آن ارجمند نهال وجود بیختن کسا از ابر شحات تربیت سبز و شاداب نگرداند رخسار کمال شعار و دثارش در کرمگاه مصاف حسن اوصاف مجروح به نبال عیب و عار خواهد بود فنعوذ بالله من عروض هذا الرسم علی وجنة الاسم ۔

و دیگر آنکه مردمی که دوش ایشان از کسوت کسب فضائل و رداے حسن شمائل عاری باشد و کواکب مناقب از افق وجود شان متواری یقین و اند که ایشان را در فتح مغالق معضلات امور هیچ دربت نیست و بمصاحبت و مجالست بزرگان هیچ نسبت نه و اگر نعوذ بالله بمساعدت و معاونت بعضی از اشخاص بساط صحبت آن فرزند نقش قربت ایشان مرکوم گردد رخسار جمال حالش بطعن لسان اکابر زمان موسوم خواهد بود شعر

اصحب اخا کرم تحظی بصحبته ؛ فالطبع مکتسب من کل مصحوب ؛ فالریح اخذة مما تمر به ؛ نتنا من النتن او طیبا من الطیب ۔

و دیگر آنکه بمین ایالت و دولت ریاض ناصر ملک و ملت را از صرصر ظلم اہل فساد و تطاول مردم شرارت نهاد مصئون گرداند و بوسیلہ ایمنی عمود خلود سعادت را فراز قبه گردون داند چه بر ذمم همم حکام رفع خار ستم از پای دل تمام امم عین فرض است

و ست تغلب ظلمہ عساکر از جیب عرض و بال اضاغر و اکابر نگاہداشتن موجب نجات یوم العرض کما
قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "ما فیکم عندی اقوی من الضعیف حتی اخذ بہ و لا اضعف من القوی
حتی اخذ الحق" شعر فاعدل تکن من صروف الدہر ممتنعاً ۔ فالصرف ممتنع للعدل فی عمر۔
و دیگر آنکہ مواجب و رواتب رؤساے حشم و اطلاق ارزاق توابع فیل و خدم بے منت و
و اہمال و تکسل و اہمال بر وجہ اتم برساند و انمیعنی را ہم اہم داند و امراے لشکر و خواد
عسکر را بکثرت مشاق و تکلیف ما لا یطاق تنفر نگرداند ۔ مصرع لشکستہ شود کمان چو از حد بکشی
و بنور کرم و بذل تمام درون دل خواص و عوام را منور دارد و شرط اصابت کرم در کسی
افاضت نعم آن است کہ فیضان بذلش مانند غمام بر مطیع و عاصی و ادنی و اقاصی عام باشد
و چہرۂ افضال و انعام متوسم بسمت بشر و ابتسام و باوجود ظلام الحاج و ابراح انام التماع
مہر تواضع و اکرام کالشمس فی اوقات الظواہر باہر و ظاہر و دامن کرمتش از عروض
خبث و اذی و منت مطلقاً طاہر ۔ شعر اذا ابو حامد جادت بہا مدہ ۔ لم یجد
الا جود ان البحر و المطر ۔ و ان اضاء بہا لبشر بغرتہ ۔ تضاءل النیرات الشمس و القمر ۔
دیگر آنکہ تقدیم تدبیر کار و ترتیب مقدمات تأمل و افتکار بر ذمت ہمت خود لازم
گرداند و چون تیر فکر در کمان تدبیر موضوع سازد سر نیاز و خشوع بر خاک عجز و خضوع
استوار دارد تا در آئینہ تدبیر آن فرزند جمال صورت تقدیر بنماید کہ دولت عبارت

از توافق تدبیر با تقدیر است و بعد از توفیق تدبیر مشاورت مردم پیر و جوان و تشحیذ ضمیر
پای ہمت باِل در رکاب عزیمت قتال و جدال آورد شعر الرای قبل شجاعة الشجعان -
ہو اوّل وہی المحل الثانی ؛ واذا ہما اجتمعا النفس حرة ؛ بلغت من العلیاء کل مکان -
و چون از سر رای و فرہنگ قدم در میان جنگ نہد متوکلاً علی اللہ النصیر خزانہ
خیال از وسوسہ تعلق حیات و تخیل و تصوّر لذّات و مشتہیات خالی وارد و در صدر طاق دل
جز صورت ناموس و نام ننگارد و عمامہ جرأت و جسارت را بر ہامہ ہمّت خود محض سعادت
و عین کرامت داند ؎ بزم مردان عرصۂ رزم است و عشرت دار و گیر
بادہ خون دشمن و جام دمادم تیغ و تیر - و در مقام قرار و ثبات بکلمات مردم
ضعیف نبات خیانت سمات ہیچ التفات ننماید ؎ ترى الجبناء ان الجبن حزم - وتلک خدیعة
الطبع اللئیم - و شک نیست کہ نقش ممات بر جبہہ ذات بہ از گلگونہ بیدلی بر چہرہ حیات
است و نزول قبر بجراحت حسام و سنان بہ از عروج معارج حیات مع اقتران
طعن لسان اقران شعر ونحن اناس لا توسط بیننا - لنا الصدر دون العالمین او القبر
یہون علینا فی المعالی نفوسنا - ومن خطب الحسناء لم یغلہ المہر - زیادت برین امواج
حروف تراکم در لجہ بحر معانی متلاطم نساخت و شمع موعظت خورشید اشراق
بر اگن الفاظ در انجمن اشتغاق نسوخت ہموارہ تیر فکر ش از کمان ضمیر بر عین غرض ر

وصل با دوستی شکر طفراثرش در وسط بجا گرنازل بہمین من یحق الحق ویبطل الباطل فقط

فن زراعت خواجہ جہان کی علمی قوت صرف انشا پردازی ہے ختم نہولی تھی بلکہ وہ عملی طور پر ایسے ایسے میدانون مین بنی انسان کے امن و آسایش عیش و آرام کے لئے مفید مین بارآور ہوئی تھی - خواجہ جہان منجملہ دوسرے فنون کے فن باغبانی سے اچھی واقفیت رکھتا تھا - اوس نے موجودہ میوہ کو ترقی دی اور اعلی درجہ کے امرود اور کئی قسم کے انگور لگائے اور بعض نئی چیزون کی کاشت بھی شروع کی ہندوستان مین یہ ایک مشہور بات ہے کہ زعفران کی کاشت کے لئے خطہ کشمیر مخصوص ہے لیکن خواجہ جہان نے بیدر کی زرخیز زمین مین صلاحیت دیکھکر زعفران کی کاشت کی - اس زمانہ مین بیدر مین کم بھی زعفران نہین ہوتی لیکن اگر سرکار عالی توجہ کرے تو کیا عجب ہے کہ اس قیمتی چیز کی کاشت سے پھر ملک و رعایا کو فایدہ پہونچنے لگے -[1]

ہمعصرون کی قدردانی خواجہ جہان کی جیسی قدر کہ دربار بہمنیہ مین تھی اوسکی اعادہ کی کچھ ضرورت نہین ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین عراق و خراسان بھی اوس پر غایبانہ نظر التفات رکھتے تھے - سلطان حسین مرزا بادشاہ ہرات کا شوق تو یہان تک بڑھا کہ اوس نے مولانا سید کاظم کو جو اون زمانہ کے مشاہیر سے تھا قندھار دلا دیا

(۱) تاریخ فرشتہ -

اوسکی طلبی مین سفیر کرکے بہیجا مگر محمد شاہ خواجہ جہان جیسے شخص کو کہان چہوڑتا تہا آخر کار
محمود گاوان کو سید کاظم کو مایوس واپس کرنا پڑا مگر اوسکے ہاتھ بادشاہ ہرات کے
لئے بہت سے قیمتی تحفے بہیجے لیکن سید کاظم راہ ہی مین شیراز پہونچکر فوت ہوگیا اسلئے
اون تحایف کا بہی اوسی کے ساتہہ قصہ تمام ہوا۔

انکسار ایک مرتبہ محمد آباد بیدر کے قلعہ ارک کے قصر مین خواجہ جہان محمود گاوان
سلطان محمد شاہ کی مجلس مین بیٹہا تہا کہ استنے مین ایک گائی ڈکرانے لگی۔ حاضرین مین سے
ایک شخص نے محمود گاوان سے شوخی سے دریافت کیا کہ "ای آصف جاہ یہہ گائی کیا
کہتی ہے" خواجہ جہان نے جواب دیا کہ "یہ کہتی ہے کہ تو تو ہم مین سے ہے سلطان
کی مجلس مین کیا کرتا ہے" محمد شاہ یہ سنکر بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ مجکو اپنے ماسبق
شاہان بہمنیہ پر یہ ترجیح ہے کہ میرے دربار مین خواجہ جہان جیسا نوکر ہے جو کبہی کسی کو
نصیب نہین ہوا۔

خواجہ جہان کی شہادت خواجہ جہان محمود گاوان کو اپنے انجام کی خبر ایک عجیب
طرح سے ہوئی تہی۔ جب اوسکو خواجہ جہان کا خطاب ملا ہے تو وہ اکثر کہا کرتا تہا
کہ "سلطان علاء الدین بن احمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین سب سے پہلے یہ خطاب خواجہ
مظفر علی آسترابادی کو ملا تہا جسکو چندہی روز بعد شاہزادہ محمد خان نے قتل کیا

اوسکے بعد خواجہ جہان ترک کا نمبر آیا جسکا انجام بھی ظاہر ہے - پس معلوم نہین کہ میرا
حال کیا ہوگا - حیرت کی بات ہے کہ اوسکا یہ خیال بے بنیاد ثابت نہین ہوا - یہ تو
معلوم ہو ہی چکا ہے کہ خواجہ جہان کو ایک عرصہ سے امور سلطنت مین جزو کل کا
اختیار حاصل تھا اور گو وہ بادشاہ نہ تھا مگر عملی طور پر کوئی کام اوسکے بلا مشورہ اور
خلاف رائے نہوتا تھا - ایشیائی دربارون مین اگرچہ یہ مرتبہ قابل رشک
ہی لیکن اوسیکے ساتھ پرخطر بھی بہت ہے - جو لوگ کہ ظاہری نظر سے دیکھنے والے
ہین وہ تو یہ سمجھتے ہین کہ اوس شخص سے بہتر کس شخص کی حالت ہوگی جس کے ہاتھ مین
حکومت ہے دولت ہے ثروت ہے جو خیال دلمین آتا ہے پیدا ہوتے ہی پورا ہو جاتا
ہے بادشاہ اوسکے اشارون پر چلتا ہے خلقت اوسکی حلقہ بگوش ہی - لیکن اگر اوس شخص
کے دل کو چیر کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اکثر اوس زمانہ کو حسرت کے ساتھ یاد کیا کرتا ہے
جبکہ وہ چاہ گمنامی مین غرق تھا اور اگر کوئی نظر اوس پر اتفاق سے پڑجاتی تھی تو
وہ رشک و حسد سے مُعرّا ہوتی تھی اور اوسکی خوشی اور بہبودی خود اوسیکی کوشش پر
منحصر تھی نہ کہ کسی کی متلوّن نظر کے التفات پر - اگر ایسا شخص تمام اقتدارات کا
مرجع ہوتا ہے تو اوسی کے ساتھ زہریلے نگاہون اور بد باطن سازشون کا ہدف بھی ہوتا ہے
اور سیکڑون کوششین جنکے رخ کا پہچاننا اور نوعیت کا سمجھنا دشوار ہو اوسکی مخالف

ہوتی ہین خواجہ جہان محمود گاوان کو جب یہہ قابل رشک مرتبہ حاصل تھا تو اوسکے
ساتھ یہ تمام اندیشہ ناک خطرے بھی درپیش تھے - لیکن اوسکی مشکلین یہین ختم ہوئی تہین
دکن اوسکا وطن نہ تہا - اسلئے وہ کثیر گروہ جو دکن کو اپنا وطن سمجہتا تھا اوسکو ظاہر مین خوف
مگر باطن مین حقارت کی نظر سے دیکہتا اور دل ہی دلمین سمجہتا تہا کہ وہ اونکے حقوق
کا غاصب اور خود مختاری کو خاک مین ملانے والا ہے - اگر حقیقی نظر سے دیکہا جائے تو
محمود گاوان نے اپنے طرز عمل سے پوری طرح پر ثابت کر دیا تہا کہ وہ ملک کا دلی
خیر خواہ اور اہل ملک کا سچا ہمدرد ہے - لیکن ایسی حق پرست نظرین ملک مین
کتنی ہوتی ہین اور جو ہوتی ہین کیا اونکو ناقص جذبات جنمین ہوس دنیا اور حسد کا
خمیر ہوتا ہے خیرہ نہین کر دیتے - حسد وہ بلاے بے درمان وہ غول بیابانی
ہے کہ جس آنکہہ سے اوسکی زہر آلود آنکہین مقابل ہوتی ہین اوسکو ہمیشہ کے لئے
اندہا کر دیتی ہین اور جس کان مین اوسکی حق ناشناس آواز اپنا اثر کر جاتی ہے پہر
اوس مین کسی دوسری آواز کے جانیکی صلاحیت باقی نہین رہتی - اس سب پر
یہ مستزاد تہا کہ خواجہ جہان نہ صرف آفاقی اور بادشاہ کا معتمد خاص تھا بلکہ رفارمر
بھی تھا بدقسمتی سے اوسکی راے مین خواہ صحیح ہو یا غلط ملک کی حالت محتاج
اصلاح تہی اور اصلاح بھی ایسی جس سے ذی اقتدار لوگون کا اقتدار گہٹے حوصلہ مند

حوصلہ پست ہون اور شورہ پشتی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجاے اور یہ اور غضب
ہوا کہ بادشاہ اوسکی سنتا تہا اور اسوجہ سے جو کچھ اوسکا خیال تہا پورا بھی ہوگیا
اس آخری گھونٹ کے مقابلہ مین تو پہلے سب گھونٹ گو وہ بھی تلخی مین کم نہ تھے
آب کوثر کا حکم رکہتے تھے - یہ ایسا زخم تہا کہ جسکے اندمال کی کوئی صورت ہی نظر
نہ آتی تھی - قاعدہ ہے کہ ایک روش پر چلنے کی عادی طبیعتین کچھ ایسے خود فراموشی
کے عالم مین غرق ہوجاتی ہین کہ اپنے طرف سے تو کبھی اصلاح کے خیال کو دلمین
آنے ہی نہین دیتین اور اگر کوئی دوسرا شخص ایسا خیال دلاتا ہے تو اوسکی
ضرورت کو تسلیم نہین کرتین لیکن جب اوسکا کچھہ اثر نہین ہوتا اور وہ خیال معقولیت
کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو اوسکا مضحکہ اوڑاتی ہین اور جب یہ وار بہی خالی جاتا ہے
اور وہ خیال تخیّل کے درجہ سے آگے بڑہکر عملی قالب مین جلوہ گر ہوتا ہے تو
خلایق کو اوسکے مفروضہ قبیح نتایج سے ڈراتی ہین جب یہ کوشش بہی کارگر
نہین ہوتی تو تمام غصہ و مایوسی کا وبال اوس بدقسمت شخص کے سر پر ٹوٹ
پڑتا ہے جس سے بظاہر وہ اصلاح منسوب ہوتی ہے اگرچہ سبھی اصلاحون کو یہ مدارج
طے کرنی پڑتی ہین لیکن جن سے کسی حاصل شدہ حق پر اثر پڑتا ہے اونکی تو بڑی ہی
مشکل ہے - پالیٹکس کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی حاصل شدہ حق مین دستاندازی

کرکے کامیابی کی امید رکھنا سادہ لوحی پر دلالت کرتا ہے اور اسوجہ سے دور اندیش مدبر جب اس خطرناک میدان مین قدم رکھتے ہین تو آہستہ آہستہ ایسی چال سے چلتے ہین کہ کسیکو محسوس نہو -

خواجہ جہان محمود گاوان نے جو اصلاحین کین اونکا میلان یہہ ضرور تھا کہ بادشاہی حکومت قوی اور امرا کے ہاتھ کمزور ہون بہت سے لوگ تو اوس سے اسوجہ سے ناراض ہوئے کہ اون کے اختیارات کا خاتمہ ہوگیا اور بہت سے لوگ جو انقلاب سے فایدہ اوٹھانیکی امید مین بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنی آرزؤنمین مایوس ہوکر اوسکے دشمن بن گئے - لیکن جو شخص کہ ان اصلاحون سے سب سے زیادہ ناراض ہوا وہ اوسکا قدیمی دست گرفتہ ملک حسن نظام الملک بحری تھا - خواجہ جہان کی اصلاحون سے پیشتر نظام الملک صوبہ تلنگانہ کا طرفدار تھا لیکن جب خواجہ جہان نے تلنگانہ کو دوصوبونمین تقسیم کیا تو راجمندری کا سرحدی صوبہ نظام الملک کے تفویض ہوا اور ورنگل کا طرفدار اعظم خان بنایا گیا - نظام الملک کو یہہ نہایت ہی شاق گذرا اور اوسکا غصہ اس سے اور بھی بڑھگیا کہ خواجہ جہان نے جو قوت کے منتشر رکھنے کے فوایدسے بخوبی واقف تھا اوسکے بیٹے ملک احمد کو ہوشیار و حوصلہ مند پاکر باپ سے علحدہ کردیا اور سہ صدی منصب دیکر صوبہ ماہور مین خداوند خان حبشی کے تحت مین جاگیر دی -

نظام الملک بھی ایک تربیت یافتہ درباری تھا اوس نے یہہ حالت دیکھکر محمد شاہ سے
عرض کیا کہ "خانہ زاد حضور اقدس و اعلے کے قدوم میمنت لزوم سے جدا ہونا نہین
چاہتا سرحدی مہمون کے سر کرنے کے لئے بندہ زادہ کافی ہے غلام اپنی
طرف سے اوسکو راجمندری کی سرلشکری پر مقرر کردیگا" بادشاہ نے بھی اس بات کو
معقول سمجھکر پسند کیا اور خواجہ جہان کو بھی سوا ے تعمیل کے چارہ نہوا - رنجش کی
ابتدا تو یہی تھی لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ وہ بھی بڑہتی گئی - نظام الملک جو تیپائی
درباروں کا پروردش یافتہ تھا پولیٹکل سازشوں کے پوشیدہ راز اوس سے پنہان نہ تھے
اوس نے ظریف الملک دکنی اور مفتاح حبشی سے جو بادشاہ کے مقرب تھے اتحاد پیدا
کیا اور انہون نے یک رائی ہو کر غلامان شاہی کو جنپر بادشاہ کا خاص التفات تھا ملایا اور
اونکو سمجھا دیا کہ وہ کبھی کبھی موقع پیدا کرکے خواجہ جہان کی شکایت کرتے رہین جبتک کہ
خواجہ جہان اور یوسف عادل خان جسکو اوس نے متبنی کیا تھا بادشاہ کے قریب رہے
اوسوقت تک تو کسی سازش نے اثر نہ کیا لیکن جب یوسف عادل خان کو بادشاہ نے
مہم بیجانگر پر بہیجدیا اوس وقت سازشون کی خوب بن پڑی - ان لوگون نے یہہ چال
کی کہ خواجہ جہان کے ایک غلام سے جسکے پاس اوسکی مُہر رہتی تھی دوستی پیدا کی
اور زر و جواہر اور قسم قسم کے عمدہ عمدہ گھوڑے دیکر اوسکو اپنا شرمندۂ احسان

بنایا - ایک روز ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے مجلس شراب گرم کی اور اثناء صحبت مین ایک کاغذ نکالکر کہنے لگے کہ یہہ ہمارے فلان دوست کی برات ہے اکثر عہدہ داران دیوانی کی مہرین اوسپر ثبت ہین اگر خواجہ جہان کی بھی مہر لگجاتی تو کیا اچھا ہوتا غلام تو پہلے ہی سے مدہوش تھا اوس نے بلا اسکے کہ پورا کاغذ کہولکر دیکھے یا پڑہے جس مقام پر ظریف الملک نے بتایا بے تکلف مہر لگادی اور کمبخت یہہ نہ سمجھا کہ یہہ برات نہین ہے بلکہ اوس آقا کا پروانۂ اجل ہے جو اوسکو اولاد سے زیادہ عزیز رکہتا تھا - ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے جب دیکھا کہ چال چلگئی تو دوڑے ہوئے ملک حسن نظام الملک بحری کے پاس گئے اور اوسکے مشورہ سے اوس کاغذ سادہ کو خواجہ جہان کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون راے اوڑیسہ(۱) کے نام لکھکر روسیاہ کیا -

"محمد شاہ کی شراب خواری اور ظلم نے ہم سب کو اوس سے بددل کردیا ہے اور آپ کی ادنی توجہ مین دکن کی فتح ممکن ہے کیونکہ سرحد پر کوئی ہوشیار افسر موجود نہین ہے جسوقت آپ بخوف وخطر اپنے لشکر کے ساتھ مملکت دکن مین

(۱) مآثر برہانی مین راجہ بیجانگر درج ہے - مگر یہ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ راجہ بیجانگر کے مقابلہ مین اوس زمانہ مین خود یوسف عادل خان موجود تھا حالانکہ خط مین یہ درج ہے کہ سرحد پر کوئی ہوشیار افسر موجود نہین ہے -

داخل ہوجائینگے تو چونکہ اکثر امرا میرے کہنے سے باہر نہین ہین مین بھی ہر طرف سے مخالفت کھڑے کر دونگا اور بادشاہ کو نکال باہر کر دینے کے بعد مملکت دکن کو آپسمین برابر تقسیم کر لینگے "

جب یہہ کارستانی ہوچکی تو ظریف الملک اور مفتاح حبشی ایسے وقت حاضر دربار ہوئے کہ جسوقت ملک حسن نظام الملک بحری باریاب تھا اور انہون نے موقع پاکر اُس پُر فریب مُراسلہ کو بادشاہ کی نظر سے گزرانا - سلطان محمد شاہ خواجہ کی مُہر پہچانتا تھا - وہ اوسکو دیکھکر بہت ہی پریشان ہوا اور ملک حسن نظام الملک بحری نے فرصت کو غنیمت سمجھکر ایسی ایسی موحش باتین کہین کہ جنسے بادشاہ کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہوئی اور اوسکی نظر التفات کا وہ باریک ڈورا جو خواجہ جہان کا رشتۂ حیات تھا منقطع ہوگیا - اوسوقت کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ تھا جو بادشاہ کے غصّہ کو ٹھنڈا کرتا - خواجہ جہان کی قدیم قدر دان ملکہ مخدومہ جہان پہلے ہی ۱۴۷۲ء مین فوت ہوچکی تھی اور اوس عالیشان مقبرہ مین بخیر سورہی تھی جو ابتک موجود ہے (۱) یوسف عادل خان اور دوسرے اُمراء آفاقی جو خواجہ جہان کے دوست اور بادشاہ رس تھے مہم بیجانگر پر تھے - غرضکہ بادشاہ نے برہم ہوکر بلا سوچے سمجھے

(۱) یہہ مقبرہ بشکل گنبد بہیئت مربع ہے جسکا ہر ضلع پندرہ گز اور ارتفاع پچیس گز ہے - تاریخ بیدر مصنفہ اسد اللہ شاہ صاحب مین درج ہے کہ اوسکی تیاری مین قریبًا چار لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا - اخبار الاخبار -

سلطان سے مخاطب ہو کر کہا کہ مین تو عمر طبعی کو پہونچ چکا ہون اگر آج قتل نہوا تو
کل اپنی موت مر جاؤنگا مگر میرا قتل ملک کی خرابی اور حضور کی بدنامی کا موجب ہوگا
محمد شاہ نے اسکا کچھہ جواب نہ دیا اور سیدھا محل مین گھسا ہوا چلا گیا - خواجہ جہان
کے دلبر بادشاہ کی احسان فراموشی خاموشی کا خواہ کچھہ ہی اثر ہوا ہو لیکن وسکے
جاتے ہی دو زانو رو بقبلہ بیٹھکر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ پڑھا جوہر غلام تو اشارہ
ہی کا منتظر تھا اوس نے ادہر تو بادشاہ گیا اودھر غلاف سے تلوار نکالکر بلند کی اور
جب اوسکے خون کی پیاسی چمک خواجہ جہان کو محسوس ہوی تو "الحمد للہ علی نعمۃ الشہادۃ"
زبان سے بے اختیار نکلا اور ابھی یہہ کلمہ ختم نہوا تہا کہ وار اپنا کام کر گیا اور وہ سر
جسکو مدت سے بادشاہ پر نثار ہونیکی تمنا تھی گردن سے جدا ہو کر زمین پر گرا -
یہہ ایسی خوشگوار موت تھی جسکی ہر مسلمان کو تمنا ہوتی ہے اور خواجہ جہان کے لئے
تو اسلئے اور بھی دلپسند تھی کہ اوس نے پیری و صد عیب کا ایک منٹ مین فیصلہ کر دیا
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ - یہہ واقعہ جانکاہ کندپوریلی مین پنجم ماہ صفر ۸۸۶ھ
مطابق ۱۴ اپریل ۱۴۸۱ء کو ہوا اور اوسوقت اوسکی عمر ۷۶ سال کی تھی یہہ عجیب
بات ہے کہ خواجہ جہان نے مرنے سے دس برس پہلے محمد شاہ کی مدح مین
ایک قصیدہ کہا تہا جسکے دو اشعار یہہ ہین -

شد شکل ضرب تیغت بر دوش جان حمائل	ہیکل ز حرز سیفی وانگہ ہراس بیدل
تیغ تو آب حیوان مردم ز حسرت آن	آری بعہد من شد آب حیات قاتل

ملا عبد الکریم ہمدانی نے اوسکی شہادت کی نسبت دو قطعہ تاریخ کہے جو ذیل مین درج ہین

قطعہ

شہید بیگنہ مخدوم مطلق	کہ عالم را ز جودش بود رونق
وگر خواہی تو تاریخ وفاتش	فرو خوان قصہ قتل بناحق

۸۸۶ھ

قطعہ ثانی

سال فوتش گر کسے پرسد بگوی	بیگنہ محمود گاوان شد شہید

۸۸۶ھ

ادر سامعی نے جو اوس کا ندیم اور ملازم تھا یہہ تاریخ کہی ۔

قطعہ

چون خواجہ جہان راہ گزر اخواری	در دل نبود میکرد پیوستہ جانسپاری
گشت او شہید مغفور ای سامعی بتحقیق	تاریخ کشتن او جو از حلال خواری

۸۸۶ھ

محمد شاہ کا غصہ محمود گاوان کی شہادت ہی پر ٹھنڈا نہین ہوا بلکہ تمام لشکر
مین منادی کر دی کہ جو شخص چاہے سواے ہاتھی گھوڑون اور اسباب خاصہ کے
خواجہ جہان کے مال کو لوٹے ۔ یہہ سنکر جو امیر خواجہ جہان کے تابع تھے وہ فوجین

جاکر کھڑے ہو گئے مگر اتنے ہی مین خبر پہونچی کہ بادشاہ اون کے بھی قتل کی فکر
مین ہے۔ اس لئے وہ سب فوراً منتشر ہو گئے اور اونمین سے اکثر یوسف عادلخان
کے پاس چلے گئے اور لشکری اور بازاریون نے جو خواجہ جہان کی زندگی مین اوسکے
سامنے سر جھکاتے اور اوسکی فیاضی سے پرورش پاتے تھے موقع پاکر دم بھر مین
اوسکے تمام مال و اسباب کو خاک مین ملا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ جہان کو
رعایا مین ایسی ہر دل عزیزی کا درجہ حاصل تہا کہ محمد شاہ نے خواجہ کے قتل کے بعد
ایک طول طویل فرمان جاری کیا جسمین بہت تفصیل سے اوسکے قتل کی وجوہ لکھے
تاکہ رعایا بادشاہ پر الزام نہ لگائے[1]۔ جب بادشاہ نے خواجہ جہان کے
نوکرون کو بلا کر روپیہ کی طمع مین خواجہ جہان کا اندوختہ بتانے کے لئے اونپر ہر قسم
کی سختی کی تو معلوم ہوا کہ اوسکے خزانہ مین صرف تین سو لاری[2] موجود ہین اور سوائے
ساڑھے تین ہزار کتابون کے جو طالب علمون کے لئے وقف ہین کچھہ نہین ہے
اور یہہ کہ خواجہ جہان اپنی زندگی اسطرح بسر کرتا تھا جسطرح کہ اہل اللہ کرتے ہین یہہ سنکر
بادشاہ کی آنکھین کھلین اور اوسکو معلوم ہوا کہ اوسکے حق ناشناس ہاتھون نے

(۱) آثر برہانی۔

(۲) لاری ایک قدیم چاندی کا سکہ ہے جو ۰۵ء ر کے برابر ہوتا ہے۔

اپنی جان دی ہے جو صاحب جان سے زیادہ خود اوسکے حق مین مفید تھی مگر اب کیا ہوتا
تھا - وہ قیمتی جان جو ایک دفعہ کالبد خاکی سے جدا ہو چکی تھی واپس نہ آسکتی تھی لیکن بادشاہ نے
پھر بھی اتنا کیا کہ خواجۂ جہان کا تابوت باعزاز و اکرام محمد آباد و بیدر کو روانہ کیا اور تیسرے
روز تمام امرا و ارکان دولت کو بہمراہی شاہزادہ محمود خان خواجہ جہان کی زیارت
مین بھیجا - خواجہ جہان محمود گاوان ایک پختہ تالاب کے پاس جو اوس نے رفاہ خلایق کی
غرض سے بنوایا تھا دفن ہوا اور ایک عالیشان مقبرہ جو اوسکے متوسلین و معتقدین
نے تعمیر کیا تھا آجتک موجود ہے - جوہر غلام کی خونخوار تلوار کا وار خواجہ جہان
کی گردن پر نہ پڑا تھا بلکہ سلطنت بہمنیہ کے استحکام کی جڑ پر لگا تھا یہہ خواجہ جہان ہی
کے مضبوط قدم تھے جو فتنہ و فساد اور مخالف دلولون کی شرانگیز گردنکو ابتک دبائے ہوئے
تھے کہ ہل نہ سکتی تھی اور جب وہ بیجان ہو کر قبر کی جی بٹھا دینے والی تاریکی مین غایب ہو گئے
تو ہر طرف شورش برپا ہو گئی - کسی بڑے شخص کا ذی اقتدار ہونا جسقدر کہ ملک کے
حق مین مفید ہے اوسیقدر مضر بھی ہے - ایشیائی حکومتون مین جہان شخصی راے در
تدبیر سب کچھہ ہے زبردست حکومت اور طوائف الملوکی مین صرف دو چار ہی قدم کا
فاصلہ ہوتا ہے - جب تک ایک زبردست ہاتھہ موجود رہتا ہے اوسوقت تک
سب مخالف اجزا ایک ذات معلوم ہوتے ہین لیکن اگر بادشاہ خود سیج اور ناقدر شناس ہوا

اور اوس بڑے شخص نے اپنا سچا جانشین چھوڑا اور چھوڑنا اوس کے اختیار مین ہی نہین ہوتا تو تمام اجزا پریشان اور قدیم مخالفتین زور و شور کے ساتھ نمودار ہو جاتی ہین جو انجام خلافت بنی امیہ کا اندلس مین حاجب المنصور کے مرنیکے بعد ہوا وہی کیفیت دکن مین بھی خواجہ جہان کی شہادت کے بعد سلطنت بہمنیہ کی ہوئی -

خواجہ جہان کی آنکھہ بند ہوتی ہی ذی اقتدار اولوالعزم لوگون کے خود غرض حوصلے مخالفت کی شکل مین نمودار ہوے اور چونکہ سب کے سامنے محمود گاوان کی عمر بھر کی وفاداری و خدمتگزاری کا صلہ موجود تہا اس لئے ہر شخص نے خیر خواہی سلطنت سے قطع نظر کر کے اپنی بہبودی کو مقدم سمجھا چنانچہ سات ہی برس کے عرصہ مین سلطنت بہمنیہ کا ڈیڑھ سو برس کی زبردست حکومت کے بعد خاتمہ ہوا اور ققنس کی طرح اوسکی خاک سے پانچ آزاد خود مختار حکومتین اوٹھ کھڑی ہوئین - لیکن سلطنت بہمنیہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی اس مختصر کتاب کا بھی خاتمہ ہے فقط

